وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد13	شمارہ03	رجب1440ھ	مارچ2019ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت: اندرونِ ملک 800 روپے، معمول کا شمارہ 50 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	علامہ اقبال _ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان	انجینئر مختار فاروقی	9
5	پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ جو انقلاب لائے......	اوریا مقبول جان	17
6	حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر (3)	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	34
7	......امر بالمعروف و نہی عن المنکر	شمس الحق اعوان	44
8	سلطان علاؤالدین خلجی کا معاشی فلاح کا پروگرام	مفتی عبد القدیر	48
9	اُسوۂ ہادیٔ برحق ﷺ اور ہماری عملی زندگی	عبدالرشید ارشد	49
10	رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو......	محمد منظور انور	51
11	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تأثرات		56
	تبصرہ و تعارف کتب		59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ البقرۃ (02) آیات 34-39

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ: آدم کے آگے سجدہ کرو

تو وہ سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے

اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ ٭۫ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾

اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا

وَ قُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَ زَوۡجُکَ الۡجَنَّۃَ

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو

وَ کُلَا مِنۡہَا رَغَدًا حَیۡثُ شِئۡتُمَا

اور اس میں سے جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو)

وَ لَا تَقۡرَبَا ہٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۳۵﴾

لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (شمار) ہو جاؤ گے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (سکون) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

تب ہم نے حکم دیا کہ (اس جنت سے) چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾

اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی)

فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾

تو اس نے ان کو معاف کر دیا، بے شک وہ بہت معاف کرنیوالا (اور) صاحب رحم ہے

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا

ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اُتر جاؤ

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى

پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ)

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾

جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ

اور جنہوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾

وہ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ

(ترمذی، نسائی، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

تین شخص ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ لازماً کرتا ہے: (۱) وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، اور (۲) مکاتب (وہ غلام جس سے آقا نے معاہدہ کیا ہو کہ مال کی مقررہ مقدار ادا کردے گا تو آزاد ہوجائے گا) جو بدلِ کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور (۳) وہ نکاح کرنے والا شخص جو پاک دامنی چاہتا ہے۔

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر جلال الدین سیوطی

عزت مآب **محمد بن سلمان** ایّد ھما اللّٰہ

کے سرزمین اقبال وقائد۔ پاکستان

پر قدم رنجہ فرمانے پر علامہ اقبال کے کلام

’حرفِ چند با اُمّت عربیہ‘

سے انتخاب کا تحفہ

انجینئر مختار فاروقی

☆ دو سلطنتوں کے سربراہوں کا ملنا دو پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیوں کا ایک دوسرے کے قریب آنے کے مترادف ہے۔ ہم اس سرزمین پر عزت مآب محمد بن سلمان کے دورے کو علامہ اقبالؒ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کلامِ اقبال سے ہی چند باتیں عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

علامہ اقبال علیہ الرحمہ 1933ء میں افغانستان کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے اس موقع پر انھوں نے نوعمر فرماں روائے افغانستان ظاہر شاہ سے اور اسی طرح ’حرفے چند با اُمت عربیہ‘ کے عنوان سے عالم عرب سے بعض اُمیدیں وابستہ کی تھیں اور حقیقتاً ایسی معصوم اور پاکیزہ اُمیدیں ہر مسلمان کے دل میں پیوست ہیں۔ اس طویل نظم کے کچھ اشعار ان سطور میں اس خطے کے مسلمانوں کی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ خوش نصیب خطہ جو عالم عرب کے بعد منفرد اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس کے بارے میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے مشرق سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔

اے در و دشت ِتو باقی تا ابد   نعرۂ لَا قَیصر و کِسریٰ کہ زد؟
در جہانِ نزد و دُور و دیر و زود   اوّلیں خوانندۂ قرآں کہ بود؟

رمز اِلَّا اللّٰــــہ کرا آموختند؟ ایں چراغ اوّل کجا افروختند؟
علم و حکمت ریزۂ از خوان کیست؟ آیۂ فَاصْبَحْتُم اندر شانِ کیست؟
از دمِ سیرابِ آں اُمی لقبؐ لالہ رُست از ریگ ِصحرائے عرب
حریت پروردۂ آغوشِ او ست یعنی امروزِ اُمم از دوشِ او ست
او دلے در پیکر ِآدم نہاد او نقاب از طلعت ِآدم کشاد
ہر خداوند ِکہن را او شکست ہر کہن شاخ از نم ِاو غنچہ بست
گرمیٔ ہنگامۂ بدر و حنین حیدرؓ و صدیقؓ و فاروقؓ و حسینؓ

☆ اے امت عربیہ! تیرے راستے اور صحرا (حضرت محمد ﷺ کی آمد سے) سدا باقی رہیں گے (اسلام کا دامن تھام کر) تو نے ہی 'لا قیصر اور لا کسریٰ' کا پیغام دیا تھا (تلمیح ہے مشہور حدیث لا کسریٰ و لا قیصر کی طرف)۔
☆ نزدیک و دُور اور جلدی و دیر (کل زمان و مکان) کے اس جہان میں سب سے پہلے قرآن مجید کو پڑھنے والے کون تھے؟ ☆ (ذرا تاریخ کے اوراق میں جھانک کر دیکھو) اے عالم عرب! 'اِلا اللہ' کی رمز کس کو سکھائی گئی؟ اور توحید (عملی) کا یہ چراغ اوّلاً عالم عرب کے علاوہ (کوئی جگہ ہے) کہاں روشن کیا گیا؟ ☆ (قرآن حکیم کے علوم کی وجہ سے) علم و حکمت (اے عالم عرب) کس کے دستر خوان کا ٹکڑا ہے؟ اور (دورِ جاہلیت سے) اسلام (کے دامن) میں آجانے کے بعد آیت 'تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے' کس کی شان میں نازل ہوئی؟ ☆ اُسی اُمی لقب ﷺ (کی تشریف آوری سے اس) کے سیراب کرنے والے سانسوں کی بدولت (اے عالم عرب!) صحرائے عرب (چمنستان میں بدل گیا اور اس) میں گل و لالہ کے پھول اُگ آئے۔ ☆ حریت (آزادی) نے انہیؐ کے آغوش میں تربیت پائی ہے یعنی قوموں کو آج جو مقام حاصل ہے وہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے ملا ہے۔
☆ انہی ﷺ، کی تشریف آوری سے، انسان کے اندر 'دل' رکھا گیا اور انھوں نے ہی انسان (کو نورانی چہرہ عطا کر کے) اس پر سے نقاب اُٹھایا۔ ☆ انھوں (ﷺ) نے ہی تمام سابقہ (یعنی باطل) معبودوں کو مٹا دیا اور قرآنی اخلاق کی طراوت سے ہر بے برگ و بار ٹہنی سے کلیاں پھوٹ پڑیں۔ ☆ بدر و حنین کی معرکہ آرائی کا حسن آپ ﷺ کی بدولت عام ہوا (یعنی آپ کے تربیت یافتہ مایۂ ناز صحابہ) حیدر و صدیق و فاروق و حسین رضی اللہ عنہم

اے خوش آں مجذوبی و دل بردگی آہ زیں دل گیری و افسردگی
کارِ خود را اُمتاں بردند پیش تو ندانی قیمت صحرائے خویش
اُمتے بودی ، اُمم گردیدۂ بزمِ خود را خود ز ہم پاشیدۂ

ہر کہ از بند خودی وارَست، مُرد ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مُرد
آنچہ تو باخویش کردی، کس نکرد رُوحِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ آمد بدرد!
اے ز افسونِ فرنگی بے خبر فتنہ ہا در آستینِ اِو نگر
از فریبِ اِو اگر خواہی اماں اشترانش را ز حوضِ خود براں
حکمتش ہر قوم را بے چارہ کرد وحدتِ اعرابیاں صد پارہ کرد
تا عرب در حلقہ دامش فتاد آسماں یک دم اماں او را نداد
عصرِ خود را بنگر اے صاحب نظر در بدن باز آفریں رُوحِ عمرؓ
قوت از جمعیت ِدینِ مبیں دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں
تا ضمیرش رازدانِ فطرت است مردِ صحرا پاسبانِ فطرت است

☆ کہاں (ماضی کے مسلمانوں کی یہ) قابل فخر مجذوبی اور دل رُبائی اور کہاں آج کے مسلمانوں کے دورِ زوال اور غلامی کی دلگیری اور افسردگی پر رنج و ملال کی کیفیت ☆ دوسری قوموں نے اپنے کام کو آگے بڑھایا تم اپنے صحرا کی قیمت نہیں جانتے ☆ تم ایک اُمت تھے، اب کئی فرقے بن گئے ہو تم نے اپنی محفل کو خود ہی منتشر کر دیا ہے ☆ جس نے خودی کے بند کو توڑا، وہ مر گیا جو بیگانوں سے مل گیا، وہ مر گیا ☆ جو کچھ تم نے اپنے ساتھ کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا ہوگا تمہارے اس عمل سے حضرت محمد ﷺ کی روحِ پاک کو تکلیف پہنچی ہے ☆ اے عربو! تم صیہونی استعمار کے آلہ کار، فرنگی (برطانوی سامراج) کے سحر (چالوں) سے بے خبر ہو اس کی آستین کے فتنوں (عالمی اقتدار پر قبضہ کا 100 سالہ منصوبہ) کو دیکھو ☆ اے عالم عرب! اگر صیہونی استعمار کے فتنوں سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے اونٹوں (آلہ کار اور جاسوسوں از قسم لارنس کا عربیہ وغیرہ) کو اپنے حوضوں (علاقوں) سے بھگا دو ☆ اے عالم عرب! (دیکھو) اس کے داؤ پیچوں اور چالوں نے ہر قوم کو لاچار کر دیا ہے اور اس دشمن (خبیث) نے عالم کی وحدت کو سینکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے ☆ جب سے عالم عرب اس مغربی استعمار کے آلہ کار فرنگی (اور آج امریکی) جال میں پھنسے ہیں آسمان (حالات و واقعات) نے انھیں (ان کی سازشوں سے) ایک دن کا امن و سکون نہیں بخشا ☆ اے صاحب نظر! اپنے زمانے پر غور کر اپنے بدن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح پھر سے پیدا کر ☆ قوت دین مبین کی جمعیت سے حاصل ہوتی ہے دین سراسر عزم، اخلاص اور یقین پر مبنی ہے ☆ اے عالم عرب! جب تک تیرا ضمیر (تیری سوچ اور فیصلے) فطرت (اللہ تعالیٰ کے احکام) کا راز دان ہے تو وہ مردِ صحرا فطرت (اللہ کے احکام) کا پاسبان رہے گا

برطانوی ہند (جنوبی ایشیا) میں مغربی افکار کے فروغ میں دبستانِ
سر سیّد احمد خان (مرحوم) کا کردار اور ان افکار کے اِبطال کے لیے
حکیم الامت علامہ اقبال کی مجدّدانہ شان کے ساتھ تجدیدی مساعی

علامہ اقبال ــــ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان

انجینئر مختار فاروقی

جنوبی ایشیا (برما سے افغانستان تک) میں برطانوی استعمار کے منحوس سائے تو 1492ء میں واسکوڈی گاما کے جنوبی افریقہ کے گرد چکر کاٹ کر بحیرۂ قلزم، بحیرۂ عرب اور بحر ہند کے پانیوں تک رسائی سے پڑنے لگے تھے۔ 1600ء کے لگ بھگ ایسٹ انڈیا کمپنی (EIC) بنی اور اس کے ساتھ ہی بینک آف انگلینڈ تشکیل پایا۔ بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے طبقہ کے عالمی تجارت کے مراکز میں سے مغلیہ دور کے 'خوشحال ہندوستان' میں روابط بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اسی طبقہ نے درپردہ سازشوں سے (چند صدیاں پہلے) تیرھویں صدی عیسوی میں عباسی حکومت کو تاراج کرنے کیلئے چنگیز خان پھر ہلاکو خان کو منگولیا سے بغداد تک LOGISTIC SUPPORT کا لالچ دے کر اُبھارا اور 1258ء میں سقوطِ بغداد کا سانحہ رونما ہوگیا۔ عالمی صہیونی استعمار کی اپنے مذموم مقاصد کے لیے عالم اسلام کا امن تباہ کرنے کی دوسری مثال تیمور لنگ (وفات 1405ء) عظیم فاتح کی ہے جو چنگیز خان / ہلاکو خان کی اولاد میں سے تھا اور مسلمان تھا۔ مسلمان کی حیثیت سے مناسب تربیت نہ ہونے کی وجہ صہیونیت نے اس کو استعمال کیا اور قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ کی فتح کے لیے عثمانی حکمران بایزید کو 1402ء میں شکست دے کر حملہ سے باز رکھا (اگرچہ یہ کام 1453ء میں سلطان محمد فاتح THE GREAT کے ہاتھوں ممکن ہوگیا)۔ اسی صہیونی استعمار کے نمائندے عالمی تجارت پر قابض طبقے نے بینک آف انگلینڈ اور EIC کے ذریعے خوشحال و مستحکم و پرامن 'مسلم جنوبی ایشیا' پر قبضے کا پروگرام بنایا جو مختلف مراحل

سے گذرتا ہوا1803ء میں تخت دہلی پر قبضہ تک پہنچا۔حکومت پر قبضے کے بعد 1835ء میں مسلمانوں کے افکار ونظریات کو مسخ کرنے اور اصلاً آسمانی ہدایت کی اپنی روایتی دشمنی (قتل انبیاء کی عادت) کی وجہ سے سیکولر(مذہب دشمن)نظامِ تعلیم کا آغاز کیا جس کے لیے بدنام زمانہ مشہور برطانوی ماہر تعلیم لارڈ میکالے کی اصلاحات کو بروے کار لایا گیا(لارڈ میکالے ظالم اور سفّاک رومی بادشاہوں کا پرستار تھا۔حالانکہ رومی بادشاہ اپنے جیسے انسانوں کو شیروں کے سامنے ڈال دیتے اور تماشا دیکھتے تھے۔انہوں نے 1100 سالہ دور حکومت میں کئی ملین افراد کو TORTURE کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان یورپی بادشاہوں (یونانی و رومی بادشاہوں) کے ٹارچر کے طریقے انٹرنیٹ پرTORTURE کے نام سے تلاش کرکے دیکھے جاسکتے ہیں اور یہی طریقے ابتداء میں EIC نے اپنے دور میں جنوبی ایشیا میں جاری رکھے تھے بالخصوص مسلمانوں کو سزا دینے کے لیے)۔ان خیالات کے حامل لارڈ میکالے کا دیا ہوا یہ نظام ہے جو 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد صہیونی برطانوی استعمار نے تاجِ برطانیہ کے تحت جنوبی ایشیا میں اپنی غلام قوموں کے لیے جاری رکھا۔تاکہ ناموں کے فرق کے ساتھ یہ لوگ نظریات میں رومی اور یونانی اوہام، بت پرستی اور شرک کی طرف مائل ہوتے چلے جائیں اور مسلمان اپنی آسمانی ہدایت یعنی قرآن وحدیث کی تعلیمات سے باغی ہوجائیں۔

حالات کے سخت دباؤ میں اسی نظام تعلیم کے فروغ کے لیے علی گڑھ میں سرسیّد احمد خان مرحوم نے ایک تعلیمی ادارہ بنایا جو ترقی کرکے نصف صدی میں یونیورسٹی بن گیا۔اس نظامِ تعلیم میں کائنات کا اپنا ایک تصور ہے جس میں اللہ کا کوئی وجود نہیں، انسان بس بندر سے EVOLVE ہوکر ترقی یافتہ حیوان ہے۔رُوح کا اس مغربی نظام تعلیم میں کوئی تصور نہیں یعنی انسان کے اندر جسمانی وجود کے علاوہ 'روح' اور ضمیر (CONSCINCE) کا تصور نہیں جس کے نتیجے میں دوصدیاں قبل اگر مغرب میں اہل علم ضمیر اور CONSCINCE کا لفظ استعمال کرتے بھی تھے تو اب گزشتہ پچاس سال سے مغربی جامعات میں ضمیر انسانی (CONSCINCE) کا لفظ متروک ہو چکا۔اس بے ضمیری کا نام SECULARISM اور LIBRALISM کے تصورات ہیں جو آج غالب مغربی اقوام کی پہچان ہے۔

اس سیکولر نظامِ تعلیم نے اسلامی نظریات اور تصورات کو کتنا نقصان پہنچایا اس کا تجربہ اور

احساس سرسیّد احمد خان مرحوم کو خود آخری عمر میں ہوگیا تھا اور اس کا بچشم سر آج ہم خود مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس خدا بیزار بلکہ خدا دشمن، وحی دشمن، اخلاق دشمن اور انسان دشمن نظامِ تعلیم کے برے اثرات کو علامہ اقبال نے یہاں بھی محسوس کیا تھا پھر انگلستان اور جرمنی میں حصولِ تعلیم کیلئے قیام کے دوران مشاہدہ کیا۔ اس ملحدانہ، بے دین اور سیکولر تصور کائنات کے ساتھ بے ضمیر انسان پیدا کرنے والے نظام تعلیم کی اصلاح کے لیے انہوں دبستانِ علی گڑھ (جو ایک تحریک کی شکل کر چکا تھا) کی اصلاح کی اور جدید تعلیم یافتہ طبقات میں مجددانہ شان کے ساتھ اسلامی تصورات کو اُبھارا۔ خدا شناسی، خودشناسی، روشن ضمیری، آسمانی ہدایت، قرآن، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی رحمتہ للعالمینی، انقلابِ محمدیؐ خلافت کا تصور اور درویش حکمرانوں کا تصور آپ کی شاعری کے چند اہم موضوعات ہیں۔ آپ دبستانِ علی گڑھ کے مجدد کے روپ میں سامنے آئے اور ان کی مساعی کے باعث جنوبی ایشیا میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ فکری بے راہ روی کے باوصف مرزا غلام احمد قادیانی کے گمراہ کن اور اسلام دشمن نظریات سے بچ گیا اور پاکستان کے قیام کیلئے اسی دبستان علی گڑھ نے ہی ہراول دستہ کا کام کیا۔ اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال عصر حاضر میں مسلمانوں پر اللہ کا احسان اور حضرت محمد ﷺ کی رحمتہ للعالمینی کا مظہر ہیں۔

ذیل کا مضمون حکمت بالغہ کی خصوصی شاعت 2016ء کا آٹھواں باب ہے جو قارئین کی دلچسپی اور ختم نبوت ﷺ کے اسلامی تصور کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے شائع کیا جا رہا ہے۔

1 اُمت مسلمہ کے ایک خیر خواہ، ایک اخلاقی معالج اور اُمت کے اخلاقی زوال کے لیے ایک مصلح کے طور پر بھی علامہ اقبال کا ایک اُونچا مقام ہے۔

علامہ اقبال کا خواب اور سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں ____ کو ایک خطۂ زمین مل جائے جہاں ان کا بطورِ ملت اسلامیہ مستقبل محفوظ ہو۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور برطانوی استعمار کی غلامی سے یہ خدشہ تھا کہ کہیں اس خطے میں مسلمان سپین کی طرح معدُوم نہ ہو جائیں۔ علامہ اقبال کا اس خطے میں پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خطے کے لوگوں کی ہمت، حوصلہ اور مذہبی لگن پر اعتماد کا مظہر تھا۔

O مجدد الف ثانیؒ تا شیخ الہندؒ سارے مجدّ دینِ حق کہ مولانا ابوالکلام آزاد، شوکت علی جوہر اور محمد علی جوہر (جوہر برادران) اور اصلاً مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بھی دہلی سے مغرب کے علاقے

پنجاب سے نہیں تھے۔ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی صدیوں حکومت رہی اور اس کا دارالحکومت دہلی، آگرہ، فتح پور سیکری وغیرہ رہا۔ مگر مسلم اکثریت کا صوبہ پنجاب اور سندھ تھا، حیرت کی بات ہے کہ علم دین، دولت، ترقی، تجارت وغیرہ کا مرکز بھی دہلی کے قرب وجوار کا علاقہ تھا مگر مسلم اکثریت کا علاقہ پنجاب تھا اور علامہ اقبال جیسی شخصیت کا یہیں سے اُٹھنا اللہ تعالیٰ کی مشیّت کا خاص فیصلہ ہے۔

O حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے چار صدیاں قبل عالم اسلام میں جنوبی ایشیا کے علاقہ میں ایک مستحکم حکومت کے مطلق العنان بادشاہ اکبر نے دین سے دُوری اختیار کر کے کسی غیر مرئی قوت کے زیر اثر اسلام سے برگشتہ ہو کر نئے دین (Moderate Islam) کا شوشا چھوڑا تو مشیت ایزدی نے اُمّت مسلمہ کے لیے اس انتہائی مہلک اقدام کے تریاق کے لیے مجدّدینِ اُمت کا سلسلہ بلادِ عرب سے اُٹھا کر یہاں منتقل کر دیا اور 1000ھ کے بعد مجددین اُمت یہیں اٹھائے گئے۔ اکبر کا عہد قدیم تھا اور اس وقت اسلام دشمن طاقتیں (یہود و نصاریٰ اور مشرکین یعنی ہنود) کے ہتھکنڈے اُسی دور کے تھے اور ابلیسی ذہن بھی اُسی سطح کا تھا اس دور کے بحث و مباحثہ کا معیار بھی اسی لیول کا تھا۔ اکبر کے اِلحاد کی طرح کا ایک اور بھاری بھرکم فتنہ ــــــ عالمی صہیونی مافیا نے جنوبی ایشیا میں ایک صدی کے غلبے کے بعد اٹھایا۔ جب 1803ء سے 1857ء تک پورے ہند پر برطانوی استعمار نے خوب پنجے گاڑ لیے تو مسلمانوں نے تحریک آزادی کے لیے ایک موقع دیکھ کر بھرپور کوشش کی اگرچہ کوشش ناکام ہوگئی۔ مسلمانوں نے اس کوشش کو جنگ آزادی کا نام دیا جبکہ سامراج اور برطانوی استعمار نے اسے غدّاری اور بغاوت کا نام دیا۔ سر سیّد نے مغربی ذہن کی طرف داری کرتے ہوئے 'اسبابِ بغاوت ہند' نامی کتاب لکھ دی۔

اس جنگ آزادی کے ردّعمل میں برطانوی سامراج نے ایک طرف ہند کی سرزمین کا یہ خوشحال خطہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر براہِ راست تاج برطانیہ کے سپرد کر دیا۔ تاج برطانیہ نے جنوبی ایشیا میں اس قبضے میں ناکامی کے الزام سے بچنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے 1857ء تک کام کیا تاکہ ہند میں حالات خراب ہوں اور بھاگنا پڑے تو یہ بدنامی تاجِ برطانیہ پر نہ آئے۔ تاہم جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد یہ سارا علاقہ براہِ راست تاج برطانیہ کے تحت آگیا اور یہاں کے عوام کو تاج برطانیہ (جس کی سربراہ اس وقت ملکہ وکٹوریہ تھی) کا پیغام یہ آیا تھا کہ

"WOULD YOU LIKE TO BE GOVERNED BY PEN OR BY SWORD"

یعنی اے مسلمانو! اگر تم تلوار اٹھائے رکھو گے تو ہم بھی تلوار (اسلحہ) سے تمہارا مقابلہ کرتے رہیں گے اور اگر تم قلم سے حکومت (RULE OF LAW) کی طرف آجاؤ اور تلوار (یعنی جہاد) ترک کر کے دو تو ہم آئینی طور پر ملک چلائیں گے۔ اس وقت سے پورے ملک میں، 1860ء سے، آباد علاقوں میں صوبے، ضلع، تحصیلیں اور تھانے بنے۔ کمشنر، ڈپٹی کمشنر، جج، تحصیلدار کے عہدے بنے۔ ہمارے ملک میں بھی تمام پرانے قوانین مجریہ 1860ء ہی چل رہے ہیں۔

برطانوی سامراج نے اس موقع پر بظاہر تصور یہی دیا کہ اب بس آئینی اور قانونی حکمرانی رہے گی مگر در پردہ اسے بغاوت کا خطرہ تھا۔ لہٰذا ___ اس برطانوی سامراج نے دیگر مرئی اور غیر مرئی (ظاہری اور خفیہ) کئی انتظامات کے علاوہ ایک قدم یہ بھی اٹھایا کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے ایک MADE IN UK 'نبی' کھڑا کر دیا۔ اور اس نے آہستہ آہستہ پورے برطانوی ہند میں پاؤں پھیلائے اور علاوہ دیگر اقدامات کے 'جہاد' ساقط کر دیا اس ساری تحریک کی تفصیل تحریک ختم نبوت کے لٹریچر میں دیکھی جا سکتی ہے اور ہر باشعور مسلمان اس فتنے کی شر انگیزی سے باخبر ہے۔ 1974ء میں آئینی طور پر پاکستان میں (اور بعد ازاں کئی دوسرے اسلامی ممالک میں بھی) اس احمدی طبقہ کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' 1936ء، میں ابلیس کی زبانی کہلوایا ہے: ؎

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟ 'ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام!'

(یہ اشارہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے جہاد کو حرام قرار دینے کے فتویٰ کی طرف)۔ اس اقدام سے تاجِ برطانیہ کو کتنا فائدہ پہنچا یا نقصان ہوا؟ اس کا میزانیۂ نفع رنقصان ایک الگ موضوع ہے۔

O اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور تمام انسانوں کے دل اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہے گھما دے اور جیسے چاہے فیصلے کر لے۔ نیرنگیٔ قدرت کا یہ فیصلہ کتنا بڑا شاہکار فیصلہ (EYE-OPENER) ہے کہ برطانوی سامراج نے ابلیسی ذہنیت کے ساتھ ___ جو بدبخت شخص اس کام کے لیے منتخب کیا اس کا تعلق سیالکوٹ سے بھی تھا (مرزا غلام احمد اس کا نام تھا، قادیان اس کا شہر تھا جو 1947ء سے پہلے پنجاب میں تھا تقسیم ہند کے بعد یہ علاقہ بھارت میں شامل ہے یہ گروہ اب احمدی کے نام سے موسوم ہے اور پہلے نظری اور فتویٰ کی حد تک غیر مسلم تھے اور اب 1974ء سے ملکی آئین اور قانون کے تحت غیر مسلم ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹی نبوت

کے فتنے کے سدّ باب کے لیے اسی علاقے سے علامہ اقبال رحمہ اللہ جیسی شخصیت کو اٹھایا تا کہ اس فتنے کا سدّ باب ہو سکے۔ احمدی حضرات (یا قادیانیوں) نے علامہ اقبال پر بھی ڈورے ڈالنے کی خصوصی کوششیں کیں۔ تاہم علامہ اقبال کو اللہ تعالیٰ نے وہ بصیرت باطنی عطا فرمائی تھی کہ خود بھی اس 'خسرانِ مبین' سے بچ گئے اور ان کی وساطت سے علی گڑھ سے فارغ التحصیل طبقہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک غالب حصہ (OVERWHELMING MAJORITY) اس فتنے کی گمراہیوں سے بچ گیا۔ یہ فتنہ اکبری فتنہ سے کم نہیں تھا اور عالمی صہیونی سامراج کا اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کے سد باب اور سرسید احمد خان کی تحریک جدیدیت کے اثرات سے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو محفوظ کرنے کے لیے علامہ اقبال جیسی قد آور نظریاتی شخصیت اٹھا دی۔

○ ہم نے پہلے اوپر صفحات میں علامہ اقبال کو ان کی شاندار احیائی کوششوں اور اسلام کے کامل دین کے طور پر غالب کرنے کے تصور کے فروغ کی وجہ سے مجدّد کہہ دیا ہے۔ ان کا فکر اسلام کا انقلابی فکر تھا۔ عصر حاضر کے کئی اور اہل قلم بھی اسی طرح علامہ اقبال کے کام کو انقلابی اور تجدیدی و احیائی عمل کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ علامہ اقبال نے خود اپنے لیے یہ لفظ کہیں استعمال نہیں فرمایا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذَالِکَ

○ برطانوی ہند کے پنجاب میں لاہور سے مغرب کا علاقہ (جو اَب پاکستان میں شامل ہے) اس لیے اہم ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اسلام کی اشاعت میں ان صوفیاء کا بڑا حصہ تو ہے ہی جنہوں نے اوّلاً 711ء سے لے کر 1206ء تک جب اس علاقے میں مسلمانوں کی کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں تھی بلادِ عرب و ایران و افغانستان سے آ کر یہاں تبلیغ فرمائی ثانیاً ان قابل احترام ہستیوں کا بھی بڑا حصہ ہے (جس کے لیے وہ ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں) جنہوں نے اکبری عہد کے بعد اسلام کے افکار کی آبیاری کی۔ پھر اس علاقے نے سکھ حکومت کا دور بھی دیکھا ہے کہ جس میں نماز پڑھنے پر پابندی تھی قرآن لے کر چلنے پر پابندی، مساجد پر تالے اور اذان پر پابندی تھی۔ اس عہد سے ایمان بچا کر نکل آنا ہی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہوا ہے۔ مزید برآں پنجاب کے لیے انگریزی عہد بھی ایمان خراب کرنے والا ہی تھا۔ اس لیے کہ جب سکھوں کا اقتدار ختم ہوا اور انگریز نے پنجاب پر قبضہ کیا تو ـــــ اہل پنجاب کا مجموعی احساس یہ تھا کہ اچھا ہوا سکھوں کا عہد ختم ہوا۔ انگریز نے مساجد کھول دیں اذان اور نماز کی اجازت دی دی تو

____ گویا پورے جنوبی ایشیا میں پنجاب واحد جگہ ہے جہاں انگریز کو خوش آمدید کہا گیا ورنہ باقی سارے علاقوں میں انگریز کی آمد کو ایک غیر ملکی قوت کی یلغار سمجھا گیا اور اس سے دشمنی کے جذبات کو پیدا کر کے پروان چڑھایا گیا۔ پوری جنوبی ایشیا میں پنجاب میں انگریزوں کو WELCOME کہنے سے انگریز نے سازشوں کا جال بچھایا اور انگریز کو سب سے زیادہ غدار بھی یہیں سے ملے۔ ایچی سن کالج یہیں قائم ہوا اور جھوٹی نبوت کا پودا بھی برطانیہ نے اسی پنجاب میں کاشت کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کے پیروکاروں کا ایک طبقہ 'لاہوری' کہلاتا ہے۔ اس پس منظر میں دوسرے مجددین کے برعکس علامہ اقبال کا پنجاب میں آنا اور سرزمین سیالکوٹ جائے پیدائش ہونا ایسے نشانِ راہ ہیں کہ قدرت نے یہ سارا انتظام تکوینی مشیّت کے منصوبے کے تحت ہی کیا ہے۔ (حیرت ہے کہ علامہ اقبال نے سیالکوٹ سے لاہور آکر مستقل سکونت اختیار کر لی تاکہ احمدی اور لاہوری دونوں کے افکار ونظریات کا ابطال ہو سکے۔)

پنجاب میں اکبری اِلحاد کے اثرات، سکھا شاہی کے مظالم اور سرسیّد کے افکار کا منفی پہلو نکال کر مثبت اسلامی افکار کی فصل کا لہلہا اٹھنا علامہ اقبال کے ساتھ ساتھ ان درویش شعراء کی کاوشوں کا بھی مرہونِ منّت ہے جو 'سیف الملوک' کے مصنف میاں محمد بخش جہلمی نے کیں۔ سلطان باہو نے کیں، خواجہ غلام فرید اور پیر مہر علی شاہ رحمہم اللہ نے کیں۔ ان صوفیاء کے کلام کے ذریعے یہاں کے عوام کا دین وایمان بچ گیا۔ فَلِلّٰه الحمد والمِنَّة۔

علامہ اقبال انقلابی تو تھے ہی اسلامی ملّی انقلابی شاعری کے میدان میں 'خاتم الشاعرین' کی حیثیت بھی رکھتے ہیں کہ شاید ان جیسا ملّی جذبہ رکھنے والا اور خلافت کا داعی شاعر دوبارہ پیدا نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم

سر آمد روزگار ایں فقیرے   دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

2 ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے باب میں بیان کر آئے ہیں کہ خیر وشر کی جنگ میں اگر خیر کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے تو جواباً باطل اسی طرح زوردار انداز میں ردّ عمل ظاہر (RE-ACT) کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی قد آور شخصیت کا پنجاب جیسے خطے میں نظریاتی اسلام کے حق میں کھڑے ہو جانا اور اسلامی ریاست کے قیام اور مسلمانوں کی بیداری کے لیے کوشاں ہونا، ایسی سرگرمیاں تھیں کہ ابلیسی استعمار اور صیہونی طاقتیں کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

علامہ اقبال کی 'حزبُ اللہ' (ایک ٹھیٹھ اسلامی انقلابی جماعت) کی تشکیل کی خواہش کو

پورا نہ ہونے دینا، مسلمانوں کے علیحدہ وطن کے حصول کے راستے میں ہندوؤں، یہودیوں اور میڈیا کے ذریعے رکاوٹیں ڈالنا اور سرکاری وسائل اس کام میں لگا دینا یہ سارے منصوبے فکرِ اقبال کو غیر مؤثر کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ تاہم پاکستان کے وجود میں آ جانے کے باوجود اس کے محدود رہنے، اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکنے اور بالآخر ختم ہو جانے کے لیے منصوبہ برطانوی استعمار یا بعد میں امریکی حکومت کی طرف سے آ تا رہا ہے۔

پاکستان کے ابتدائی سالوں کے بعد ہی یہ خداداد ملک امریکیوں کے جال میں ایسا پھنسا کہ ساتھ چلنا بھی مشکل ہے اور ساتھ چھوڑ دینا بھی مشکل تر ہے۔ نظریاتی انتشار پیدا کر دیا گیا تا کہ ملک اپنے مقصدِ قیام کی طرف نہ بڑھ سکے۔ فرقہ واریّت کو فروغ دیا گیا کہ مسلمانوں کی طاقت آپس کی لڑائیوں میں ہی استعمال ہو کر ختم ہو جائے۔ یہ ابلیسی ردّعمل ستر سال بعد بھی پورے جوبن پر ہے۔

علامہ اقبال نے اپنے فرزند جاوید اقبال کے نام (1933ء) جو پیغام دیا ہے اس میں مغرب کے (بھیجے ہوئے) دو جھوٹے پیغمبروں بہاء اللہ (ایران) اور غلام احمد قادیانی (قادیان) کا خصوصی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حج اور جہاد کے اسلامی تصورات پر ڈاکہ ڈالا اور مسلمانوں کو اس سے برگشتہ کرنے کی سعی لاحاصل کی۔

صحبتش با عصر حاضر درگرفت — حرفِ دیں را از دو 'پیغمبر' گرفت

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد — آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد!

تا جہاد و حج نماند از واجبات — رفت جاں از پیکر صوم و صلوٰت

☆ وہ (جدید تعلیم یافتہ جوان) جدید دور کی صحبت اختیار کر چکا ہے۔ دین کے الفاظ اس نے (نام نہاد) دو پیغمبروں سے لے لیے ہیں۔ ☆ ایک نام نہاد پیغمبر ایران سے تھا (بہاء اللہ)، دوسرا ہندی نسل سے تھا (مرزا قادیانی)۔ وہ حج سے بیگانہ تھا اور یہ جہاد سے۔ ☆ جب جہاد اور حج واجبات میں سے نہ رہے تو روزوں اور نمازوں کے جسم سے بھی جان نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید مذکور حضرت لقمان کی طرح کے اس حکیم انسان کو ڈھیروں رحمتوں سے نوازے۔ آمین (ادارہ)

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ جو انقلاب لائے

اس میں سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر کیا تبدیلیاں آئیں

یہی رحمت للعالمینی ہے

رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ ﷺ **سیمینار** مقرر: اوریا مقبول جان

قرآن اکیڈمی جھنگ کی جامع مسجد میں 21 ربیع الاوّل 1440ء بمطابق 30 نومبر 2018ء، بروز جمعۃ المبارک، نماز جمعہ سے قبل رحمت للعالمین ﷺ کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس میں مہمانِ خصوصی جناب اوریا مقبول جان صاحب نے خطاب فرمایا۔ یہ خطاب بڑا پُر مغز اور مؤثر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کونسی تبدیلی لائے تھے اور وہ تبدیلی کیسے آئی تھی۔ ہمیں بھی یہی تبدیلی پہلے اپنے اندر پیدا کرنا ہوگی اور بعد ازاں معاشرے میں پھیلانا ہوگی۔ یہ خطاب افادۂ عام کے لیے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حضراتِ گرامی! مجھ سے پہلے آنے والے اصحاب نے اتنی خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ سیّد الانبیاء ﷺ کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے، سچی بات یہ ہے کہ انھوں نے اس کا حق ادا کیا ہے لیکن سیرت اور قرآن یہ دو ایسے شعبہ ہائے زندگی ہیں کہ ان کے اعجاز کبھی ختم نہیں ہوتے (میں شعبہ ہائے زندگی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان دونوں میں زندگی ہی جاگتی ہے)۔

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت کی تمام کتابوں میں آپ نے بھی مطالعہ کیا ہوگا کہ آپ ﷺ کی پیدائش اور بعثت سے پہلے کا ایک باب رکھا جاتا ہے اور اس باب میں بتایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے عرب کی صورت حال کیا تھی؟ جسے زمانۂ جاہلیت کہتے ہیں۔ میں بھی ویسے ہی پڑھتا رہا جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں کہ یہ رسوم تھیں، یہ قبائل تھے، یہ لوگ تھے اور یہ ظلم تھا بربریت تھی وغیرہ۔ لیکن جب میں مطالعہ کرتے ہوئے قرآن پاک کی ان آیات پر پہنچا: ایک تو یہ

کہ ہم نے آپ ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِيرًا (46:33)، یعنی ایک بہت بڑی روشنی، بہت بڑا نور بنایا ہے اور دوسرا جب رسول ﷺ کی دعوت کے حوالے سے كَآفَّةً لِّلنَّاس (28:34) کا تصور سامنے آیا — تو میرے لیے سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ جو بات ہم آغاز میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے یہ دنیا جہالت کی تاریکی اور اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کے لیے تو چھوٹا سا دِیا اور ایک چھوٹی سے موم بتی اور ایک چھوٹی سی لالٹین کافی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا ہدایت کا سرچشمہ اور قرآن پاک کا نور کیوں عطا کیا؟ تو اس دوران جب میں نے واپس پلٹتے ہوئے تاریخ کا مطالعہ کیا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں نے یہ سوال حل کرنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ ہدایت کا سرچشمہ جس نے آنے والے وقت کے اِلحاد کا سامنا کرنا تھا، یہ ہدایت کا سرچشمہ جس نے قیامت تک آنے والی زندگی کے اندر ڈویلپمنٹ اور ٹیکنالوجی کے ADVANCEMENT کا سامنا کرنا تھا وہ ہدایت کیا تھی اور یہ سارے ظلمات جو سامنے آئے ہوئے تھے وہ کیا چیز تھے؟

تاریخ یہ کہتی ہے کہ سیّد الانبیاء ﷺ کی آمد سے پہلے بھی انسان اپنی ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچ چکا تھا۔ مصر کی تہذیب، جس کے آج ہم صرف کھنڈرات دیکھتے ہیں، اس کے صرف اہرامِ مصر کا مطالعہ کریں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ جو اتنے بڑے بڑے ٹنوں کے پتھر نیچے اوپر رکھے گئے ہیں، ان کے بارے میں سائنسدان ابھی تک حیرت میں گم ہیں کہ ان پتھروں کو کیسے کاٹا گیا تھا؟ ایسے لگتا ہے جیسے گیلے صابن کو دھاگے کے ساتھ کاٹا گیا تھا یعنی انسان نے اس وقت کچھ ایسی کیمیکل ایجاد کر لی تھیں کہ ان کی چھینی کے نشان وہاں نہیں رہتے تھے۔ اس طرح کی صورت حال شاید آج لوگوں کو معلوم بھی نہیں۔ یہ جو اندازے لگائے جاتے ہیں کہ بہت بڑی PULLEY ہوتی تھی اور اس کے پیچھے بڑا FULCRUM ہوتا تھا اور اس کے پیچھے ہزاروں غلام لوگوں کی طاقت ہوتی تھی جو اس کو کھینچتی تھی اور کھینچ کر اُوپر لے جاتے تھے یہ HUMANLY ممکن نظر نہیں آتا کہ اتنی بلندی پر وہ اہرام تعمیر کیا جائے۔ یقیناً کرین کی کوئی ایسی ٹیکنالوجی ایجاد کر لی گئی تھی جسے آج صفحۂ ہستی پر لوگ نہیں سمجھتے۔ یہ باتیں بھی ہمارے سامنے ہیں۔

ایک اور چیز جو انسانوں کے علم کی معراج کو بتاتی ہے یہ ہے کہ اہرامِ مصر کے اندر مختلف

قسم کے ستاروں کی روشنیاں چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے ذریعے آتی ہیں، یہ ستارہ زحل گزر رہا ہے، یہ ستارہ مشتری گزر رہا ہے، یہ سورج گزر رہا ہے، یہ چاند گزر رہا ہے۔ اوراس کی لائنوں کی ترتیب سے وہ اگلے پانچ ہزار سال کی پوری تقویم بتاتے ہیں کہ فلاں دن فلاں ستارہ کس مقام پر ہوگا کس درجے پر ہوگا۔ آج امریکہ کی نیوی جو EPHEMERID ٹیبل نکالتے ہیں اس ٹیبل اوراس کے درمیان زیرو ڈگری کا بھی فرق نہیں ہے یعنی ایسی SCIENTIFIC ADVANCEMENT کی صورتِ حال وہاں موجود تھی۔

ایک دوسری تہذیب رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے لوگوں میں اپنا نقش چھوڑ چکی تھی، جس کو ہم صرف نمرود کی حد تک جانتے ہیں، اس کو بابل ونینوا کی تہذیب کہتے ہیں۔ اس تہذیب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے HANGING GARDENS OF BABYLONIA بنائے تھے، لٹکتے ہوئے باغ تھے جو میلوں تک پھیلے ہوئے تھے، جس کے صرف آثار (REMNANT) باقی رہ گئے ہیں۔ وہ یہ کیسے کرتے تھے آج اس کا علم نہیں ہے۔ وہ لوگ صرف وہاں تک نہیں رُکے تھے بلکہ نمرود کے بعد ایک اور شخص آیا جس کا نام حمورابی ہے۔ حمورابی کے مخطوطات یہاں تک بتاتے ہیں کہ جانوروں کے حقوق کیا ہیں، انسانوں کے حقوق کیا ہیں، جیسے آج میگنا کارٹا چارٹر ہے اسی طرح حمورابی کے قانون کے اندر یہ سب موجود تھا۔ یعنی یہ بحثیں بھی علم کی آخری سطح پر پہنچی ہوئی تھیں۔ بیوروکریسی کا سارا سٹرکچر اور ڈھانچہ تین ہزار سال پہلے مینڈرس (جو چائنیز تھے) کے نظام کے اندر موجود تھا کہ کوئی شخص کیسے ایک چھوٹی سروس سے لے کے KING کی سروس میں آتا ہے۔ آج برصغیر پاک و ہند سے لے کے جرمنی کی MAX VABER کی بیوروکریسی کے اندر بھی، جیسے DITTO کاپی کرتے ہیں اس طرح اُنہوں نے وہاں سے لے کر کاپی کر کے رکھا ہے۔ یہ سسٹم موجود تھا۔ پھر تمام تر جمہوری نظام، جمہوری ریاست، جمہوری سیاست، قومیت کی ساری مباحث بھی انسان اپنے درجہ کمال تک پہنچا چکا تھا۔ آپ کبھی افلاطون (PLATO) کی ری پبلک اُٹھا کر پڑھ لیں، آپ سقراط کی باتیں لے لیں، اس کے بعد ہپوکریٹس یہ ساری کی ساری گفتگوئیں کر چکے تھے۔

اس سارے علم کی گتھی ایک جگہ اُلجھتی تھی اور وہ آج بھی اُلجھ رہی ہے کہ یہ سارا علم

انسان کو اس کائنات کے اندر اس مقام پر لا کے کھڑا کرتا ہے جس مقام پہ آپ پر ہدایت کی روشنی گُل ہو جاتی ہے۔ پورے جزیرۂ نمائے عرب میں بالاتفاق جس شخص کو سب سے زیادہ عالم کہا جاتا تھا، بالاتفاق جس کو سب سے زیادہ پڑھا لکھا سمجھا جاتا تھا اور جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ شخص ابوالحکم (دانائی کا باپ) ہے، اس کے بارے میں میرے آقا سیّدالانبیاء ﷺ نے کہا: نہیں، یہ ابوالحکم نہیں ہے یہ ابو جہل (جہالت کا باپ) ہے۔ اسلام نے تاریخ میں سب سے پہلے IGNORANCE اور جہالت کی DEFINITION کی ہے، اس سے پہلے جہالت 'لاعلمی' کو کہتے تھے، اس سے پہلے جہالت اس چیز کو کہتے تھے کہ ایک شخص کو کچھ نہیں آتا۔ اسلام نے کہا: جاہل وہ ہے کہ جس کو پڑھا لکھا ہو کے ہدایت، اللہ کی طرف لے کے نہیں جاتی۔ یہ بنیادی فرق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری بنیادی تعلیم اس بات پر کھڑی ہوئی ہے اور یہ آئندہ بھی تاریخ میں کھڑی رہے گی۔

آج کی اس تعلیم کے بارے میں غور کریں جس کو SCIENTIFIC TRUTH کہا جاتا ہے۔ نیوٹن کہتا ہے کہ زمین کے اوپر بسنے والے لوگ ایک کشش ثقل (GRAVITATIONAL FORCE) کے محتاج ہیں اور 200 سال تک نیوٹن کی سائنس چلتی ہے اور اس کے اندر کہا جاتا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک مقام آتا ہے جسے ایتھر (ETHER) کہتے ہیں اور اس ایتھر سے وہ لائٹ کی سپیڈ ثابت کرتے ہیں، اس سے وہ سورج سے آنے والی تپش (HEAT) کی INTENSITY کو گیج کرتے ہیں۔ 200 سال تک اسے سچ کہہ کر پڑھاتے ہیں۔ 200 سال کے بعد ایک شخص آئن سٹائن آتا ہے اس کا ایک ہی فقرہ تھا ETHER DOSN'T EXIST اور اس کا اگلا فقرہ یہ تھا کہ تم کیسے لوگ ہو؟ تم پر نہ تو ہدایت کے دروازے کھلے ہوئے تھے، تم پر نہ تو وحی آ رہی تھی کہ تم اتنے تیقّن کے ساتھ بات کرتے، تم 200 سال تک لوگوں کو جھوٹ پڑھاتے رہے ہو یہ کہہ کے کہ یہ سچ ہے۔

ڈولٹن کی اٹامک تھیوری چلی جاتی رہی ہے کہ MATRIX COMPOSED OF INDIVISIBLE PARTICLE SKELETON۔ میرے بچپن تک یہ تھیوری لوگ پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں۔ ایک شخص آتا ہے کہتا ہے نہیں، ہم اس کو تو DESTROY

کر کے انر جی میں CONVERT کر دیتے ہیں۔ لیکن آج کے طالب علم کا بھی اور اُس وقت کے سکالر کا بھی اپنی محسوسات، اپنے موجود علم اور اپنی تمام تر چیزوں کے بارے میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ میں نے یہ جو کچھ حاصل کر لیا ہے، یہ آخری سچائی ہے۔

میرے آقا سیّد الانبیاء ﷺ سراجِ منیر جو نور اپنے ساتھ لے کر آئے وہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ ہے یعنی قرآن۔ قرآن مجید ذکر کی DEFINITION کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِم (191:03)

آج کی تمام تر تحقیق (RESEARCH) کی DEFINATIONS تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہوتا ہے کہ آپ ایک HYPOTHESIS بناتے ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ HYPOTHESIS کا مطلب ہوتا ہے: AN ASSUMPTION BASED ON THE REASONING (ایک ایسا مفروضہ جس کے پیچھے دلیل موجود ہو) اور قرآن کہتا ہے کہ تم ایک مفروضہ میرے کہنے پر دلیل کے طور پر رکھو کہ ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾ جو اس HYPOTHESIS پر چلتے ہیں کہ میرا ذکر کرتے رہتے ہیں اُٹھتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔

ریسرچ کی اگلی سٹیج ہے DATA COLLECTION کہ معلومات اکٹھی کرنا، ڈیٹا اکٹھا کرنا۔ آپ تحقیق کرتے ہیں، جستجو کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے جب تم یہ کہہ دو کہ یہ سب میں نے خلق کیا ہے، پھر ﴿وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ تم اس زمین کے اندر جو کچھ ہم نے خلق کیا ہے اس کے بارے میں ذرا غور کرو۔ اور وہ دعوے سے کہتا ہے کہ

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْر (04:67)

دیکھو کہ تمہیں اس دنیا کی تخلیق میں کوئی جھول نظر آتا ہے؟ تم ایک دفعہ پھر ذرا نظر دوڑاؤ اس کائنات میں تمہاری نظر ناکام و نامراد ہو کر لوٹے گی۔

اور جب وہ یہ تحقیق کر کے واپس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً ''اے ہمارے ربّ! تم نے کوئی چیز باطل نہیں پیدا کی''

یہ آخری نتیجہ ہے جو وہ CALCULATION کرتے ہیں۔ یہ تھی آپ ﷺ کی دعوت۔

اب رسول اللہ ﷺ نے اس معاشرے میں کیا کیا ہے؟ یہ بہت بڑا سوال ہے یہ اتنا بڑا سوال ہے کہ جس کا آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آپ ﷺ تبدیلی کیا لائے؟ یہ دنیا کی وہ تبدیلی ہے کہ جو کائنات میں کہیں اور نہیں آئی۔ آپ اس جھنگ سے تیئس سال کے لیے انگلینڈ چلے جائیں یا انگلینڈ سے تیئس سال کے لیے امریکہ چلے جائیں یا امریکہ سے تیئس سال کے لیے جاپان چلے جائیں اور واپس آئیں تو آپ اس معاشرے میں تبدیلی دیکھ لیں گے GAUGE کر لیں گے۔ وہاں پل بن گئے ہیں، وہاں سکائی سکیپرز کھڑے ہو گئے ہیں، وہاں RUNNING DRINKING WATER آ گیا ہے۔ وہاں لوگوں کے گھر پکے ہو گئے ہیں، وہ جو باہر کھیتوں میں جایا کرتے تھے اب ان کے گھروں میں LATRINES آ گئی ہیں، انگلینڈ کے اندر جو ٹریفک کبھی جام ہوا کرتی تھی اب ٹھیک ہو گئی ہے۔ میں تیئس سال کا تجربہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ میں چوبیس سال لاہور شہر سے بلوچستان میں رہا ہوں اور جب میں واپس لاہور لوٹا ہوں تو مجھے تبدیلی نظر آ گئی۔

PHYSICAL تبدیلی ہر جگہ ممکن ہے لیکن دنیا کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص کی زندگی میں ایسی تبدیلی آئی ہو جیسا کہ قرآن مشرکین کے بارے میں کہتا ہے کہ جب ان میں سے کسی کے گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو ان کے چہرے بدل جاتے تھے۔ حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیجئے ایک جگہ بھی اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو گا تو تم اس کو پالو گے تو تمہیں اجر ملے گا بلکہ فرمایا کہ تمہارے ہاں اگر بیٹی پیدا ہو گی اور تم اس کو پالو گے تو قیامت کے دن میرے ساتھ یوں کھڑے ہو گے۔ ایک شخص سیّد الانبیا ﷺ کے سامنے ایمان لاتے ہوئے جب کہانی سناتا ہے تو حیرت کی بات یہ ہے کہ صرف آپ ہی کی نہیں، بلکہ ان سب لوگوں کی آنکھیں بھی نم ہو جاتی ہیں جو عرب معاشرہ کے پلے ہوئے تھے۔ یہ لوگ تیئس سال میں یوں تبدیل ہو جاتے ہیں کہ جیسے وہ اس علاقے کے رہنے والے تھے ہی نہیں۔ اس تبدیلی کا مظہر کعب بن زہیر کا مشہور واقعہ ہے یہ زہیر بن ابی سلمی کا بیٹا تھا، جو عرب کا بڑا شاعر تھا اور جو سبع معلقات (سات قصیدے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکائے گئے) تھے ان میں سے ایک زہیر بن ابی سلمی کا تھا۔ اور یہ کعب بھی اپنے آپ کو صاحب معلقہ سے کم نہیں سمجھتا تھا اور

بہت مشہور شاعر تھا۔ یہ نجد کے علاقے سے اپنے خاندان کے ساتھ چلا کہ ایک نبی آیا ہے ہم اس کے پاس چلتے ہیں سنا ہے کہ اس کی دعوت بہت اچھی ہے تو قبول کر لیتے ہیں۔ مدینے سے باہر ٹھہر گیا عرب میں شاعر کی بہت عزت ہوتی تھی۔ باہر ٹھہرنے کے بعد اپنے بھائی کو بھیجا کہ جا کے پتا کرو کہ آپ ﷺ کی دعوت کیا ہے؟ وہ دعوت ایسی تھی کہ جو انتظار نہیں کرواتی۔ اس کے بھائی نے وہ دعوت سنی تو اسلام قبول کر لیا۔ کعب کو پتا چلا تو وہ ناراض ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار لکھ دیے۔ تو آپ ﷺ نے حکم دیدیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے کہ یہ گستاخ کی سزا ہے اور ظاہر ہے یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ میں تبدیلی کی بات کر رہا ہوں۔ وہ اپنے قبیلے کی طرف بھاگا اور کہا کہ مجھے پناہ دو۔ انھوں نے کہا کہ اب وہ وقت گزر گیا جب ہم ظالموں کو اور قاتلوں کو پناہیں دیا کرتے تھے۔ اس نے کہا: تم تو وہ لوگ تھے کہ کوئی ناحق قتل کر کے آتا تھا پورا قبیلہ اس کی حفاظت کے لیے جان دیا کرتا تھا۔ کہا کہ اب ایک رسول ایسا آیا ہے جس نے ہمیں کچھ اور درس دیا ہے۔ کعب کہتا ہے کہ میں حیران رہ گیا کہ ایک لمحے میں اس معاشرے میں یہ تبدیلی آئی کیسے؟ پھر وہ بھاگتا ہوا سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ مجھے معافی لے دیں۔ قصیدہ 'بَانَتْ سُعَاد' وہ پہلا واحد قصیدہ ہے جس کو 'قصیدہ بردہ' کہا جاتا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے چادر عنایت کی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود بھی ایک بڑے شاعر تھے ان کی مناجات کبھی آپ کو مل جائیں تو ضرور پڑھا کیجیے۔ ان کا ایک قصیدہ ہے: خُذْ بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِیْ مَنْ لَهٗ زَادٌ قَلِيْل اس میں زادِ قلیل کی کیفیت کمال کی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کو لے کر پہنچے ہیں اور آپ نے اشعار پڑھنا شروع کیے ہیں کہ ایک آدمی آیا ہے جو آپ کی عفوودرگزر کی چادر میں پناہ لینا چاہتا ہے اور اس نے وہ قصیدہ بانت سعاد پڑھا ہے۔ میں جو بات کرنا چاہتا وہ یہ ہے کہ اس نے اس کے اندر اس تبدیلی پر حیرانی کا اظہار کیا ہے۔ عام طور پر تبدیلی آتی ہے تو سڑکیں بن جاتی ہیں، عمارتیں تعمیر ہو جاتی ہیں، اہرامِ مصر کھڑے ہو جاتے ہیں، تاج محل بن جاتے ہیں لیکن انسان تبدیل نہیں ہوتا، انسان صرف اس شخص ﷺ نے تبدیل کیا ہے۔ یہ ہے وہ تبدیلی جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔

یہ تبدیلی کیسے آئی؟ رسول اللہ ﷺ نے انسان کو کیا تبدیل کیا؟ سورۂ کہف کی آخری

آیات اور ایک حدیث سنا کے اس تبدیلی کو آپ کے سامنے آشکار کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے سارے کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ آپ کماتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں سب کچھ کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے: قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا

کیا تمہیں بتائیں کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو سب سے زیادہ گھاٹے کا سودا کر رہے ہیں؟

اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ هُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی زندگی کی ساری تگ و دو، جن کی زندگی کا سارا مرکز دنیا کے گرد گھومتا رہتا ہے اور وہ سوچتے رہتے ہیں کہ ہم نے بڑے معرکے مار لیے ہیں۔ میں نے LAW کی ڈگری لی، پھر BAR-AT-LAW کر کے واپس آیا، پھر بیٹے کو ڈگری دی، پھر بیٹے نے BAR-AT-LAW کے ساتھ پی ایچ ڈی کر لی، پھر میری بیٹی نے وہاں سے ایم اے کر لیا پھر بیٹی کو میں نے شاندار گھر میں بیاہ دیا پھر میں نے گھر بنا لیا، I HAVE DONE LOT OF THINGS, I AM SUCCESSFULL IN MY LIFE۔ ان کی زندگی کی SUCCESS دنیا کے گرد تھی۔

اور اللہ کہتا ہے: فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا

قیامت کے دن ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے۔

جب معیار اور منزلِ مقصود مختلف ہو جائے گی تو اللہ کہتا ہے کہ ہم کو یہ Periphery (کنارہ) میں اسلام نہیں چاہیے۔ ذاتی طور پر دنیا میں ہم کامیاب ہو جائیں اور ساتھ اسلام کا چونگا بھی چلتا جائے، یہ اللہ نہیں چاہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوری کی پوری انسانی تاریخ میں انسان کا مطمع نظر بدل دیا۔ فرمایا: كُنۡ فِى الدُّنۡيَا كَاَنَّكَ غَرِيۡبٌ اَوۡ عَابِرُ السَّبِيۡلِ اس دنیا میں ایسے رہو کہ جیسے تم کوئی اجنبی ہو یا راستہ عبور کر رہے ہو۔ عربی میں غریب اس کو کہتے ہیں جو اجنبی ہو، اس علاقے کا نہیں ہے۔

عابر السبیل کی بہترین DEFINITION انگریزی کا لفظ TRANSIT LOUNGE ہے۔

آپ ادھر سے آئے ہیں آپ کا ٹکٹ کٹا ہوا ہے دبئی کے ائیر پورٹ پر آپ نے دو گھنٹے رُکنا ہے اور پھر لندن چلے جانا ہے۔ عابر السبیل کی کیفیت اگر آپ اپنے اوپر طاری کر لیں تو وہ یوں سمجھئے کہ

آپ کے بیٹے کی ٹکٹ صبح چار بجے کی ہے، آپ کی ٹکٹ کل رات کی تھی اور آپ کے والد کی ٹکٹ کل شام کی تھی اور تینوں کو یقین ہو کہ تینوں نے ہیتھرو ائیر پورٹ پر جا کے ملنا ہے تو صرف ایک ہی لفظ منہ سے نکلتا ہے کہ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر ماتم گساری کا تصور نہیں آتا پھر وہی ہوتا ہے جو اللہ کہتا ہے کہ:وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ (155:02)- ہم آزمایا کرتے ہیں لوگوں کو۔

سورۂ انعام کی وہ آیات (06:41-44) جب میں پڑھتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں جن میں ارشاد ہے کہ ہم کسی قوم کی طرف کسی رسول کو بھیجتے ہیں تو ان لوگوں پر جینا تنگ کر دیتے ہیں تاکہ وہ میری طرف رجوع کریں اور جب وہ بھول جاتے ہیں تو پھر ہم ان پر (رزق کے) دروازے کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اپنے معاملات میں گم ہو جاتے ہیں تو پھر ہم ان کو اچانک پکڑتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم لوگوں کو آزمایا کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے عزت وتوقیر کا مقام بدل دیا۔فرمایا کہ تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے لباس کی وجہ سے ان کو محفل میں بیٹھنے کے لیے اجازت نہیں دی جاتی،جن کے مقام کی وجہ سے ان کو رشتے نہیں ملتے لیکن جب وہ قسمیں کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسمیں پوری کر دیا کرتا ہے (حدیث)۔حضرت بلال حبشیؓ کے ساتھ سیّدنا عمرؓ نے ذرا سی ایسی بات کی کہ جس پر بلال روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے۔(آپ ذرا اندازہ کریں کہ چودھری کے گھر مسلی ہو اور مسلی ہو رسول کا لاڈلا، اور چودھری مسلی کو کوئی بات کہہ دے اور وہ روتا ہوا رسول ﷺ کے پاس چلا جائے اور رسول ﷺ کہیں عمر! تم نے یہ کہا؟)۔حضرت عمرؓ نے زمین پر لیٹ کر زبان اپنے منہ سے باہر نکالی اور کہا کہ بلال! اس پر پاؤں رکھو۔سیّدنا عمرؓ نے پوری زندگی حضرت بلال کو سیّدنا بلال (میرے آقا بلال) کہا ہے۔یہ ہوتی ہے تبدیلی۔

ہمارے ہاں ایک سلوگن چلتا ہے کہ اسلامی پاکستان، خوشحال پاکستان۔ میں نے سراج الحق صاحب سے کہا تھا کہ مجھے قرآن پاک میں سے ایک آیت نکال کر دکھائیں جس میں اللہ کہتا ہو کہ تم دین حاصل کرو گے تو تم خوشحال ہو جاؤ گے۔ یہ وعدہ ہی نہیں ہے۔ عابر السبیل کہا ہے کہ تم ایسے یہاں رہو جیسے تم TRANSIT LOUNGE میں آئے ہو۔ میں یہاں جھنگ

میں صرف ایک لیکچر دینے کے لیے تھوڑے سے وقت کے لیے آتا ہوں اگر میں انجینئر فاروقی صاحب سے کہوں کہ میرے لیے جھنگ میں اچھا سا گھر ڈھونڈیں جس میں SWIMMING POOL ہو اور شاندار قسم کی باقی چیزیں اور FACILITIES ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ میں نے دوبارہ جھنگ نہیں آنا تو مجھ سے زیادہ بے وقوف کوئی شخص نہیں ہوگا۔ لیکن ہمیں یقین نہیں ہے کہ ہمارا کسی اور جگہ ایک گھر بنا ہوا ہے جو ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اس دنیا کی محبت ختم کی ہے اور مرکز کچھ اور کر دیا ہے۔ اسی لیے اسلام میں بزنس کا سارا PARADIGM بنیادی طور پر COMPETITION کی بجائے CORPORATION پر BASE کرتا ہے۔ آپ کی ایم بی اے کی ڈگری COMPETITION پر BASE کرتی ہے۔ لیکن اسلام میں یہ ہے کہ اگر آج تمہارا سودا بک گیا ہے تو اپنی دکان بند کر دو تاکہ باقی لوگ بھی رزق کمائیں۔ یہ نہیں ہے کہ بشیر دار الماہی کی ایک ٹن مچھلی بکے گی اور وہ رات کو تین بجے نکلے گا تو پھر باہر چھوٹی دکانوں والے بیچیں گے۔ اسلام میں کوئی ہائپر سٹار نہیں ہے، اسلام میں یہ نہیں ہے کہ بڑے لوگوں کو اجازت دے دی جائے کہ وہ 80 فیصد دولت سے پوری دنیا سے رزق ایک بہت بڑے سٹال کے اندر جمع کر لیں۔

سیّد الانبیاء ﷺ کا دیا ہوا اکنامک سسٹم اس حد تک سادہ ہے کہ میں سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ فرمایا: تم چھ چیزوں میں تجارت کرو: سونے میں کرو، چاندی میں کرو، کھجور میں کرو، باقی تین چیزیں بھی بتائیں۔ بنیادی طور پر سونا اور چاندی ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ ایک زمانہ تم پر ایسا آئے گا کہ تمہارے لیے سونے چاندی کے علاوہ تجارت کا کوئی راستہ نہیں رہے گا اور آج وہ زمانہ آگیا ہے۔ آج روس اور چین ڈالر کی ARTIFICIAL CREDIT CREATION سے اتنے تنگ آئے ہوئے ہیں کہ انہوں نے معاہدہ کیا ہے کہ ہم سونے میں آپس میں تجارت کریں گے۔ کیوں؟ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ بنیادی طور پر اس پورے کے پورے اکنامک سسٹم میں اگر آپ سونے میں تجارت کرتے ہیں تو ہمارے سونے کا سکہ بھی فرانس کے سکے کے برابر ہے، فرانس والا UK والے کے برابر ہے، UK والا امریکہ والے کے برابر ہے۔ کسی ایکسچینج ریٹ کی ضرورت نہیں پڑے گی یہی سکہ وہاں بھی چلے گا۔ آپ کے پورے اکنامکس ایکسچینج کا

سبجیکٹ ختم ہوجائے گا کہ کرنسی کیا ہوتی ہے؟ کرنسی کی ویلیو کیا ہوتی ہے؟ اور آپ کو BANK OF INTERNATIONAL SETTLEMENT بند کرنا پڑے گا۔ دوسرا آپ کا INFLATION ختم ہوجائے گا اس کا تصور ہی ختم ہوجائے گا کیونکہ INFLATION تو اس وقت بنتی ہے جب آپ کاغذ کے نوٹ چھاپتے ہیں۔

دوسری بہت IMPORTANT چیز یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مقصد حیات بدل دیا کہ اس کائنات کے اندر تم نے صرف اور صرف عمل صالح کرنا ہے اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ صالحات کہتے ہیں تھوڑے سے نیک عمل کو۔ اگر تم یہ دو کام کرلو: اللہ پر ایمان لے آؤ اور صالح عمل کرلو تو پھر جنت تمہاری۔ اور صالحات میں عبادات شامل نہیں ہیں، عبادات تو فرض ہیں عمل صالح بالکل اور ہے، یہ وہ ہے جو آپ لوگوں کا حق ادا کرتے ہیں، معاشرے کے اندر آپ جس طرح کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مقصد زندگی بدل دیا، مال و دولت سے عمل کی طرف لے گئے۔ آج ہم کس چیز کا رونا روتے ہیں؟ ہمارے معاشرے میں ماتم کس چیز کا ہوتا ہے؟ اسی چیز کا کہ جن لوگوں کے پاس دولت آ گئی ہے وہی عزت دار ہو گئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک طویل وقفے کے بعد اُس پرانی جنگ کو دوبارہ تازہ کیا جو بنی اسرائیل میں تھی۔ چونکہ یہ جنگ پوری دنیا میں پھیلنی تھی اس لئے میں اس کی مثال سورۃ طٰہٰ کی اس آیت سے دیتا ہوں اور یہی جنگ آج میں اور آپ لڑ رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: قَالُوْٓا اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِھِمَا وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی یہ فرعون کے دربار کی کیفیت بتائی ہے کہ فرعون کے حواری اور درباری آپس میں بحث کر رہے تھے کہ یہ دونوں یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بڑے جادوگر قسم کے لوگ ہیں، ہم جادو سے ان کا توڑ کر دیں گے اور باقی درباری کہہ رہے تھے کہ نہیں، یہ اچھے لوگ ہیں، دعائیں کرتے ہیں جیسے مینڈکوں کی بارش آئی تھی انھوں نے دعا کی تو وہ ختم ہوگئی، قحط پھیلا تھا دعا کی وہ ختم ہوگیا۔ وہ جادوگر اور فرعون کے حواری خوف دلاتے ہیں کہ اگر تم نے ان دونوں کو قابو نہ کیا تو یہ تمھیں اور تم جیسے لوگوں کو اس زمین سے بے دخل کریں گے اور ﴿وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی﴾ تم سے تمہارا آئیڈیل لائف سٹائل چھین لیں گے، تمہارا طرز زندگی تم سے چھین لیں گے۔ وہ آئیڈیل لائف سٹائل کیا تھا؟ جب

یہ بات آتی ہے تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ سیّدالانبیاء ﷺ کو سراجِ منیر دے کر کیوں بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ تاریخ میں ازل سے ہی خیر اور شر دونوں کی جنگ جاری ہے۔ بقولِ اقبال

؎ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

آپ ذرا سورۂ یوسف میں جایئے جہاں زنانِ مصر کا واقعہ ہے۔ اُس دور میں فحاشی و عریانی جس عروج پر پہنچ چکی تھی وہ ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔ آج مرد طوائف لے کر آتے ہیں، اُس زمانے میں عورتیں مرد کو لے کر آتی تھیں اور اس کو SHARE کیا کرتی تھیں۔ یہ جو زلیخا نے اپنی دوستوں کو بلایا ہے جس پر غالب لکھتا ہے کہ

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے ہے زلیخا خوش کہ محو ماہِ کنعاں ہوگئیں

آپ ROMAN GAMES کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے ننگی عورتوں کی ریس ہوتی تھی اور آخر میں ان عورتوں پر GLADIATORS کو پھینکا جاتا تھا اور عورتیں اس وقت تک ہزاروں لوگوں کے سامنے RAPE کی جاتی تھیں جب تک کہ وہ مر نہیں جاتی تھیں اور اس سے تلذذ حاصل کیا جاتا تھا یعنی تمام فحاشی و عریانی اپنے عروج پر تھی۔ اس کے مقابلے پر ان فرعون کے لوگوں نے کہا تھا کہ یہ شخص اگر آ گیا تو تم سے IDEAL LIFESTYLE چھین لے گا وَیَذۡهَبَا بِطَرِیۡقَتِکُمُ الۡمُثۡلٰی۔ آج 9/11 کے بعد دو لوگوں نے یہی فقرہ دہرایا ہے: ایک جارج ڈبلیو بش نے اور دوسرا ٹونی بلیر نے۔ کہا: THEY WILL TAKE A LIFESTYLE FROM US تم جو مزے کی زندگی گزار رہے ہو، تمہارے اردگرد جو رونقیں، رنگینیاں اور MISS WORLD کے COMPETITIONS ہیں یہ تمام چیزیں چلی جائیں گی اگر یہ لوگ آ گئے۔ پوری دنیا میں کٹھ ملائیت آ جائے گی۔ ان کو روکو، افغانستان میں ان کا پیچھا کرو۔ تم نے سود کا جو BASE بنایا ہوا ہے اور اس کے اوپر ARTIFICIAL CREDIT CREATE کیا ہوا ہے، جس کے اندر سے 420 لوگ ایسے ہیں جن کی دولت اگر دنیا میں تقسیم کر دی جائے تو کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی دنیا میں ننگا نہ رہے، کوئی گاؤں ایسا نہ ہو جہاں پانی نہ ملے اور پچاس لوگ ایسے ہیں جن کے پاس 65 فیصد دنیا کی دولت ہے۔ یہ طَرِیۡقَتِکُمُ الۡمُثۡلٰی، IDEAL LIFESTYLE گم ہو جائے گا۔ یہ وہ

تبدیلی تھی جو آپ ﷺ لے کر آئے۔

تاریخ کے دو واقعات ایسے ہیں کہ جن کی پوری انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی اور جو لوگ مجھے کہتے ہیں کہ پرانی مثالیں نہ دو، انھیں میں آج کی مثال دے کر بتانا چاہتا ہوں کہ اگر سیرت النبی ﷺ کے ایک جزو پر عمل کرلیا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو فتح ونصرت سے ہم کنار کرتا ہے۔ آپ ﷺ جب بدر کے لیے چلے ہیں تو آپ کے پاس چیزیں دیکھیں کہ کیا تھیں۔ حفیظ جالندھری نے نقشہ کھینچا ہے

تھے ان کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں، آٹھ شمشیریں
اور پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

313 کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور لڑنے کن کے پاس جا رہے تھے؟ ایک ہزار کا لشکر جو کیل کانٹوں سے لیس تھا جس میں ہر بندے کے پاس تلوار تھی، زرہ بکتر تھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ کسی ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہمیں مروانے لے جا رہے ہو؟ ایک سوال نہیں کیا کہ رسول اللہ! سامنے امریکہ ہے کدھر جا رہے ہو؟ طاقت دیکھو ان کی!۔ سورۂ احزاب کی وہ آیات پڑھیں جن میں ہے کہ جس وقت انھوں نے لشکر دیکھا تو کہا یہی تو وعدہ ہے میرے اللہ کا جو پورا ہونے والا ہے۔ ﴿وَلَـمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَـا وَعَـدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا﴾ میرے نبی ﷺ کے جانثار سب سے بہتر تیار ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے کہا: جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑے ہم نہیں لڑتے، جب فتح ہو جائے گی تو ہم آجائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے پکارے مَتٰى نَصْرُ اللّٰه کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟۔ علامہ اقبال کہتا ہے کہ

ے فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

انسانی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ پوری دنیا ایک طرف تھی اور یہ آٹھ دس لاکھ لوگ دوسری طرف تھے اور ان میں سے بھی لڑنے والے ایک لاکھ تھے۔ دنیا میں جنگیں ہوئی ہیں مثلاً ROMAN EMPIRE ایک طرف تھی تو دوسری طرف PERSIAN EMPIRE۔

کبھی WAR OF ROSES ہوئی ہے ایک طرف سے FRENCH اور VIKINGS تھے دوسری طرف BRITISH EMPIRE تھی۔ FIRST WORLD WAR ہوئی تو ایک طرف آدھی دنیا تھی تو دوسری طرف بھی آدھی دنیا۔ SECOND WORLD WAR ہوئی ایک طرف آدھی دنیا دوسری طرف آدھی دنیا۔ آپ مزید پیچھے چلے جائیں سکندر لڑا ہے، پورس آیا اس کے بعد دارا اور سکندر کی لڑائی ہوئی ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پوری دنیا کے جتھے ایک طرف ہوں اور جزیرہ نما عرب کے ٹیکنالوجی سے عاری لوگ ایک طرف ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو کہے: كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله تم اگر تھوڑے سے بھی ہو گے تو اللہ بڑوں پر فتح دیدے گا (249:02)۔ پھر اللہ نے فتح دی اور ان تہذیبوں کو ملیا میٹ کیا۔

آپ لوگوں کو چونکہ بیوروکریسی کی عادت ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ یہ بیوروکریسی بہت پہلے بھی تھی، ROMANS میں TRIBUNES ہوتے تھے اور چیف سیکرٹری کے لیول پر سب سے بڑا TRIBUNES اس کا سسٹم بناتا تھا۔ اسی طرح PERSIAN EMPIRE کے اندر اُستندار ہوتا تھا، اس استندار کے ساتھ فرمندار ہوتا تھا، فرمندار کے ساتھ مرزبان ہوتا تھا اور یہ پوری کی پوری HIERARCHY تھی اور ایک بڑا سسٹم تھا۔

کیا کسی نے ابوبکر صدیقؓ کی، عمر فاروقؓ کی، سیّدنا عثمان غنیؓ کی یا علی المرتضیٰؓ کی کوئی ایک سیکرٹریٹ کا ایک نشان دیکھا ہے؟ میرے نبی ﷺ نے IDEAL REVOLUTION سسٹم پیش کیا تھا کہ کوفہ کا حاکم، موصل کا حاکم، مصر کا حاکم، فارس کا حاکم HE IS NOT ACCOUNTABLE TO UMAR BIN KHATTAB, HE IS ACCOUNTABLE TO ALLAH.۔

یہ پہلا معرکہ ہے جس میں پوری دنیا ایک طرف اور ہم مسلمان ایک طرف تھے۔

آج، اس وقت، میرے نبی ﷺ کی ایک سنت پر عمل کرنے والی ایک قوم ہے جس کے خلاف 2001ء میں پوری دنیا اکٹھی ہوگئی تھی۔ تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ افغانوں نے جو آخری جنگ لڑی ہے اس میں روس آیا تھا ادھر سے امریکہ تھا اور ہم ساتھ تھے۔ پہلی جنگ ہے جس میں ٹوٹل چالیس ہزار لوگ تھے، نہ اپنی حکومت ساتھ تھی نہ کوئی پڑوسی۔ پاکستان کی سرزمین سے

57000 دفعہ جہاز اڑے ہیں روندتے ہوئے وہاں پہنچے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی آسٹریلیا، کینیڈا کونسا ملک تھا جس کی فوجیں وہاں نہیں گئیں۔ ایک ہزار سات سو ارب (1.7 ٹریلین) ڈالرز کی Investment وہاں ہوئی ہے۔

آج کیفیت کیا ہے؟

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

آج ہمیں یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ہم نے قادسیہ جیتی تھی یا ہم نے روم کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا یا ہم نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تھا، کوئی ضرورت نہیں یہ بتانے کی کہ ہم نہتے ہوتے تھے اور دشمن پر قابو پاتے تھے۔ آج کے دن 22 امریکی فوجی روزانہ خودکشی کرتے ہیں، آج سات لاکھ اسّی ہزار کے قریب امریکی فوجی POST TRAUMATIC SYNDROME کا شکار ہیں جن کے پاگل پن کے علاج کے اوپر 56 ارب ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔

ہر معاشرے کا ایک شرک ہوتا ہے اور ہر معاشرے کا ایک بت ہوتا ہے آج کے (مغربی) معاشرے کا بت ٹیکنالوجی ہے۔ ہم نے ٹیکنالوجی کے بت کے سامنے سجدہ کیا ہوا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہوگی وہ نہ جنگ جیت سکتا ہے نہ وہ ترقی کرسکتا ہے نہ وہ زندگی گزار سکتا ہے۔ اللہ نے ثابت کر کے دکھایا کہ نہیں

؎ اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

صرف ایک سنت پر انہوں نے عمل کیا کہ مَن یَّتَوَکَّلُ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جس نے اللہ پر توکل کیا تو وہ اس کے لیے کافی ہوگیا۔ یہ انقلاب تھا جو گھروں میں بیٹھنے سے نہیں آیا تھا۔

آپ قرآن پاک اٹھائیں آپ کو امر بالمعروف کی آیات کم اور نہی عن المنکر کی آیات زیادہ ملیں گی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ پوری کی پوری سوسائٹیز میں یہ تصور پایا جاتا تھا جیسا کہ پڑوسی ملک ایران کا صدیوں پرانا محاورہ ہے ”زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ بساز“ یعنی اگر زمانہ تمہارے ساتھ نہیں چلتا تو تو زمانے کے ساتھ بنا کر رکھ، زندگی گزار۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ تم اگر کسی برائی کو دیکھو تو ہاتھ سے پکڑ کر اس کو روکو فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے روکو۔

(زمانہ با تو نسازد تو بہ زمانہ ستیز)

پھر تیسرے نمبر پر کہا کہ اگر تم زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو تم دل میں اس کو برا کہو اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے FINAL بات کر دی کہ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان یعنی یہ ایمان کا نچلا ترین درجہ ہے، اس کے نیچے ایمان نہیں ہے۔ جس کو بینک کی عمارت کو دیکھ کر، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی سب سے بڑی علامت ہے، کراہت نہیں ہوتی، اگر وہ اس کو برا نہیں سمجھتا تو یاد رکھو کہ اس کو اضعف الایمان کی ڈگری بھی نہیں مل رہی۔ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھ کر جو اللہ کی منکرات کا پورے کا پورا حامل ہے اور اس کی وحدانیت کا اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت کا انکار کر رہا ہے، آپ کو اس سے نفرت نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے آپ اضعف الایمان سے نیچے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں یہ سب سے اہم تعلیمات دی گئی ہیں۔

آخر میں ایک حدیث سے بشارت بیان کر کے بات ختم کرنا چاہوں گا۔ سیّدالانبیاء ﷺ کا ذکر میرے جیسے جاہل میں نہ کمال ہے نہ کچھ اور۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو چند لفظ منہ میں ڈال دیے وہ آپ کے سامنے ادا کر دیے ورنہ میری کیا حیثیت ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت کے دن کوئی سایہ نہیں ہوگا سوائے میرے تخت کے سائے کے، اس دن میرے تخت کے سائے میں سات لوگوں کو پناہ ملے گی۔ کسی مولوی کو، کسی عالم کو یہ بشارت نہیں دی گئی، کسی بڑے سخی کو نہیں دی گئی۔ سات آدمیوں کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے میں ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا جو قدرے آسان ہے لیکن اتنا بھی نہیں کیونکہ اس میں بڑی رشتہ داریاں چھوڑنی پڑتی ہیں۔ فرمایا: اس شخص کو میں اس سایے میں کھڑا کروں گا کہ جو اللہ کے لیے دوستی کرے اور اللہ کے لیے دشمنی کرے۔ معیارِ حق بتا دیا۔ یہ معاشرے کی تبدیلی ہوتی ہے۔ بدر میں حمزہ ابن عبدالمطلبؓ ایک طرف ہوتے ہیں اور عباس ابن عبدالمطلب دوسری طرف ہوتے ہیں۔ علیؓ ابن ابی طالب ایک طرف ہوتے ہیں اور عقیل ابن ابی طالب دوسری طرف ہوتے ہیں۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ایک کٹا ہوا سر کان سے پکڑ کر لا رہے تھے، رسول اللہ نے پوچھا: یہ کس کا سر

ہے؟ کہا یا رسول اللہ! میرا باپ آج مقابلے میں آ گیا، میں اس کا سر کاٹ کے لے آیا۔ جب تک دوستی اور دشمنی کا معیار یہ نہیں ہوتا جب تک آپ کا IDEAL LIFESTYLE یہ نہیں بنتا، جب تک آپ کی زندگی کا مرکز ومحور اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنا نہیں ہوتا، جب تک آپ یہ تصور نہیں کرتے کہ چند گھڑیوں کے لیے یہاں آئے ہیں ہم ایک ٹرانزٹ لاؤنج میں ہیں، ہم اجنبی ہیں اور اجنبی ہی رہنا پسند کرتے ہیں اس وقت تک آپ سیّد الانبیا ﷺ کی دعوت سے بہت دور ہیں، بہت دور ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک حدیث ہے بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا اسلام جب آیا تھا تو یہ اجنبی تھا۔ لوگوں کو عجیب لگا کہ یہ کیسے لوگ آ گئے ہیں جو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں؟ یہ کیسے لوگ ہیں جو بیٹیوں کو پیار کرتے ہیں؟۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں تین دفعہ چادر بچھائی تینوں دفعہ عورتوں کے لیے: ایک دفعہ اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے، دوسری دفعہ دائی حلیمہ کے لیے، تیسری دفعہ ابوسفیان کی بیٹی صفوانہ کے لیے۔ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ اسلام جب آیا تھا تو غریب (اجنبی) تھا اور دنیا میں ایک وقت آئے گا کہ پھر غریب ہو جائے گا۔ پھر ان کو کوئی نہیں پہچانے گا، کہیں گے یہ لوگ کہاں سے آ گئے ہیں؟ یہ پاگل کے بچے اس دنیا کے اندر کہاں سے آ گئے؟ ترقی اور ٹیکنالوجی کے دشمن کہاں سے آ گئے؟ نہ ان کا نظام ان کا ہے، نہ ان کی سیاست ان کی ہے، نہ ان کا قانون ان کا ہے نہ ان کی حکومت ان کی ہے نہ ان کی معیشت ہے۔ اجنبی ہو جائے گا۔ آج دیکھ لیجئے سب سے زیادہ اجنبی اسلام ہے۔ مسلمان نہیں ہیں اجنبی اسلام ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ فرماتا ہے: فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ میں خوش خبری دیتا ہوں ان لوگوں کو جو اجنبی ہونا پسند کریں گے۔ اگر تم پہچانے جاؤ کہ تم ہو مسلمان، اگر تم اپنی وضع قطع سے، شکل وصورت سے، زندگی گزارنے سے، رنگ ڈھنگ سے، تمہاری دنیا سے نفرت سے تم پہچانے جاؤ تب ہو تم مسلمان تب میرے اللہ کی بشارت ہے۔

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا، میرے لیے ہے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر

3

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

کی کتاب 'حکمت اقبال' سے ایک باب

(حکمت بالغہ اکتوبر 2018ء سے پیوستہ)

حکمتِ اقبال کی تشریح کے لوازمات

کسی حکمت کی صحت کی علامت نہ تو یہ ہے کہ اس کے تمام تصورات بالفعل اور فی الفور ایک منطقی سلسلہ کی صورت میں ہوں اور نہ یہ کہ ان کے منطقی سلسلہ کے اندر ایسے خلا موجود نہ ہوں جو ایک حد تک معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے پُر ہو سکتے ہوں بلکہ فقط یہ ہے کہ ایک تو حقیقت کائنات کے متعلق اس کا تصور درست ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے سارے معلوم اور مذکور تصورات منطقی اور عقلی طور پر اس مرکزی تصور سے مطابقت رکھتے ہوں حکمتِ اقبال میں یہ اوصاف موجود ہیں۔ اس صورت میں اگرچہ یہ حکمت تصورات کا ایک مرتب سلسلہ نہیں بلکہ خلط ملط تصورات کا ایک مجموعہ ہوگی تاہم صحیح اور درست ہوگی اور ایک نظام کی صورت میں ہوگی۔ تمام صحیح اور سچی علمی حقیقتیں جو اس کے ظہور کے وقت تک دریافت ہو چکی ہوں پہلے ہی اس کے ساتھ مناسبت رکھیں گی بلکہ اس کے اندر بالقوہ موجود ہوں گی اگرچہ بالفعل اور آشکار طور پر اس کے ساتھ وابستہ نہ کی گئی ہوں اگرچہ ان علمی حقیقتوں کی تعداد اس حکمت کو منظّم کرنے کے لیے کفایت کرتی ہو اس کی معقولیت فلسفہ کے ایک معمولی طالب علم کو جو اس کے بنیادی تصورِ حقیقت کا پورا وجدان نہ رکھتا ہو آسانی سے سمجھ میں نہ آ سکے گی۔ چونکہ اس کے اندر کے تصورات ایک منطقی یا عقلی سلسلہ کی صورت میں نہیں ہوں گے اس کی پہلی غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات آپس میں اور حکمت کے بنیادی مرکزی

تصورِ حقیقت کے ساتھ کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے اور یہ غلط فہمی اسے اس حکمت کی معقولیت کا صحیح اندازہ قائم کرنے سے باز رکھے گی اس کی دوسری غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات ان علمی حقیقتوں کے ساتھ بھی کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے جو اس حکمت سے باہر ہیں اور وہ یہ سمجھتا رہے گا کہ یہ بیرونی علمی حقیقتیں دراصل دوسرے فلسفوں کے ساتھ (جو اتفاقاً منظّم اور مسلسل بنا دیے گئے ہوں اور جن کے اندر یہ حقیقتیں توڑ موڑ کر سمو دی گئی ہوں) زیادہ مطابقت رکھتی ہیں۔ اس طرح سے چونکہ وہ ان علمی حقیقتوں کو اس حکمت کی تائید کے لیے مہیا نہ پائے گا۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی اس کی معقولیت اس کی نگاہوں سے اوجھل رہے گی لہٰذا اگر ہم فلسفہ کے اس طالب علم کو اس حکمت کی معقولیت سے آشنا کرنا چاہیں تو ہمارے لیے اس کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ:

اوّل: ہم اس حکمت کے تمام تصورات کو ان کی عقلی یا منطقی ترتیب سے آراستہ کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ فی الواقع ایک دوسرے کے ساتھ اور حکمت کے بنیادی تصور حقیقت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔

دوم: ہم اس تسلسل اور ترتیب کے درمیان کے خلاؤں کو بحدّ ِامکان اور تصورات سے یعنی معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے جس قدر پُر کر سکتے ہیں پُر کریں اور اس طرح سے ان خلاؤں کی تعداد اور طوالت کو جس قدر کم کر سکتے ہیں کم کریں اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ایک بھی سچی علمی حقیقت ایسی ہو جسے ہم اس حکمت کے نظام سے باہر چھوڑ دیں تو ہم اس ضرورت کا حق ادا نہیں کر رہے ہوں گے اور اس نظامِ حکمت کو اتنا معقول اور مدلل اور منظّم نہیں بنا رہے ہوں گے جتنا کہ وہ اپنے وقت کی معلوم اور مسلم علمی حقیقتوں کی تعداد کے پیش نظر بن سکتا ہے چونکہ یہ تصورات بھی، جو اس حکمت کے خلاؤں کو پر کرنے کے لیے کام میں لائے جائیں گے، ترتیب کو چاہیں گے اور پہلے اندرونی تصورات کی ترتیب کے بغیر اس پورے نظام حکمت میں ان کا صحیح مقام بھی معین نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا یہ دونوں کام الگ الگ نوعیت کے نہیں ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا تقاضا کرے گا اور دوسرے کے بغیر نامکمل رہے گا۔ لہٰذا ہمیں ان دونوں کاموں کو ایک ساتھ ہی انجام دینا پڑے گا لیکن ان دونوں کو بیک وقت انجام دینے کے لیے دو شرطیں ضروری ہوں گی:

(i) یہ کہ معلوم اور مسلم سچی حقیقتیں اپنی نوعیت اور تعداد کے لحاظ سے اس حد تک ترقی کر چکی ہوں کہ جب اس حکمت کے اندرونی تصورات کو عقلی ترتیب کے ساتھ آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں ان علمی حقیقتوں کو اس ترتیب کے خلاؤں کو پر کرنے کے لیے کام میں لایا جائے تو خلاؤں کی طوالت اور تعداد یہاں تک کم ہو جائے کہ ترتیب سچ مچ ایک مسلسل منطقی اور عقلی نظام کی شکل اختیار کر کے اور اپنی اس حیثیت کی وجہ سے بآسانی ہر شخص کی سمجھ میں آجائے۔

(ii) اس حکمت کے اندر پہلے ہی سے بعض ایسے معلوم اور مسلم حقائق بھی سموئے ہوئے اور بالفعل اور آشکار طور پر موجود ہوں جن کی وجہ سے اس حکمت کے ساتھ بیرونی علمی حقائق کی علمی اور عقلی مناسبت یا مطابقت واضح ہو سکتی ہو۔ اس قسم کے اندرونی علمی حقائق کی موجودگی کے بغیر اس حکمت کے اندرونی تصورات کو ایک عقلی ترتیب دینا اور بیرونی علمی حقائق کو کام میں لا کر اس کے خلاؤں کو پُر کرنا مشکل ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نقاش فنکار ایک دلکش قدرتی منظر کا ایک وجدانی تصور محسوس کرے پھر اس تصور کی انتہائی محبت کی وجہ سے اسے ایک خوبصورت رنگین تصویر کے طور پر صفحۂ قرطاس پر لانا چاہے اور وہ پہلے اس کا خاکہ بنانے کا فیصلہ کرے گا تاکہ بعد میں اس خاکہ کے اندر رنگ بھر کر تصویر کو مکمل کر سکے۔ فرض کیا کہ خاکہ مکمل کرنے سے پہلے وہ اسے ایک ایسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ وہ کسی وجدانی منظر کی تصویر کا خاکہ ہے لیکن اس میں بعض درختوں، پہاڑوں، عمارتوں، سڑکوں، میدانوں، دریاؤں اور کھیتوں کے گوشے اور زاویے اس حد تک آشکار نہیں ہوتے کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ وہ تصویر کی کون سی چیز بنائیں گے۔ اس حالت میں ایک دوسرے ماہر فنکار کے لیے اپنی ساری مہارت کے باوجود مشکل ہوگا کہ وہ تصویر کو اس کے سارے رنگین مظاہر کے سمیت مکمل کرنا تو درکنار اس کے خاکہ ہی کی تکمیل کر سکے لیکن اگر پہلا فنکار خاکہ کو مکمل تو نہیں کرتا لیکن اس کے خطوط کو یہاں تک آگے بڑھا دیتا ہے کہ ایک دوسرا فنکار اسے دیکھ کر معلوم کر لے کہ یہ خطوط آگے چل کر کس کس طرف کو بڑھنے والے تھے اور کیا کیا شکلیں بنانے والے تھے اور خاکہ کی آخری شکل کیا

ہونے والی تھی تو اس صورت میں وہ نہ صرف خاکہ ہی کو مکمل کر سکے گا بلکہ اس قابل بھی ہوگا کہ تصویر کے سارے رنگوں کو خاکہ کے اندر اپنی اپنی جگہ پر بھر کر تصویر کو اس کی پوری آب و تاب اور مکمل دلکشی اور زیبائی کے ساتھ جلوہ گر کر سکے۔

شارحِ اقبال کی ضروری صلاحیتیں

ان دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت نوعِ بشر کے علمی ارتقا کے ایک خاص مرحلہ پر پہنچ کر ہی ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی صورت اختیار کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ ان دو شرائط کو ذہن میں رکھنے سے یہ بات بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو شخص بھی اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت کو اپنے وقت پر ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی شکل دینے کی کوشش کرے گا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ معلوم اور مسلم حقائق سے پوری طرح واقف ہو یعنی فلسفہ اور سائنس کی پوری وسعتوں پر اس کی نگاہ ہو۔ اگر یہ استعداد اس میں نہ ہوگی تو اس کے پاس وہ تصورات ہی نہ ہوں گے جن سے وہ اس سچی حکمت کے خلاؤں کو پُر کر کے اس کی ترتیب اور تنظیم کو مکمل کر سکے۔ اس استعداد میں حکیمانہ بصیرت اور اُپج اور منطقیانہ ذوق اور باریک بینی کی صلاحیتیں بھی شامل ہیں۔ ان صلاحیتوں کے بغیر وہ یہ نہیں دیکھ سکے گا کہ اس حکمت کے اندرونی تصورات کا آپس میں اور بیرونی علمی حقائق کے ساتھ اور حقیقت کائنات کے ساتھ کوئی عقلی اور علمی ربط ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا ہے؟ پھر اس کے لیے یہ بھی ضروری ہوگا کہ وہ اس حکمت کے مرکزی تصور یعنی حقیقت کائنات کے صحیح تصور کے ایک ایسے وجدان سے بہرہ ور ہو جو مکمل طور پر تربیت یافتہ روشن اور طاقت ور ہو۔ اس استعداد کے بغیر وہ سائنس اور فلسفہ کی واقفیت کو غلط طور پر کام میں لائے گا اس کا استدلال ٹھوکریں کھائے گا اور اس کی حکیمانہ اُپج یا بصیرت غلط راہ پر چل نکلے گی اس کا منطقیانہ ذوق غلط نتائج پیدا کرے گا اور اس کی باریک بینی غلط راستہ اختیار کرے گی اس کے برعکس اگر اس میں یہ استعداد ہوگی تو اپنے وجدان کے زوردار نورِ تجسّس (Search Light) کی مدد سے وہ نہ صرف یہ دیکھ سکے گا کہ کہاں تک اس حکمت کے اندر کے تصورات جو علمی حقیقتوں کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ حکمت کے مرکزی تصور کے ساتھ اور ان علمی حقیقتوں کے ساتھ جو اس حکمت کے باہر ہیں اور اس میں سموئی نہیں گئیں عقلی ربط وضبط رکھتے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھ

لے گا کہ معلوم اور مسلم علمی حقیقتوں میں سے کون سی ایسی ہیں جو حقیقت کائنات کے صحیح تصور کے ساتھ مطابقت رکھنے کی وجہ سے سچ مچ کی علمی حقیقتیں ہیں اور جو سچ مچ کی علمی حقیقتیں نہیں ہیں ان کی خامیاں کیا ہیں اور کس طرح سے ان خامیوں کو دور کرنے کے بعد ان کو سچ مچ علمی حقیقتیں بنایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اوپر کی مثال میں دوسرا نقاش فنکار پہلے فنکار کے نامکمل خاکہ یا اس کے نامکمل تصور کو صرف اسی صورت میں مکمل کر سکے گا کہ وہ پہلے فنکار کے وجدانی تصور حسن سے پوری طرح واقف ہو چکا ہو۔

حکمت اقبال کی خصوصیت

اگر کسی حکمت کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس قسم کی ہے کہ جب اسے منظّم کیا جائے تو تمام سچی علمی حقیقتیں جو اس کے زمانہ تک دریافت ہو چکی ہیں سارے معلوم اور مسلّم منطقی اور عقلی اصولوں کے مطابق اس کے اندر سما جاتی ہیں اور جو آئندہ دریافت ہونے والی ہوں وہ بھی اس کے اندر جذب ہو سکتی ہیں تو اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت اس بات کا نہیں ہو سکتا کہ یہ حکمت جس وجدانی تصورِ حقیقت پر مبنی ہے وہ صحیح ہے اور خود یہ حکمت سچی اور پائیدار ہے اور تمام دوسری حکمتیں مٹ کر اس کی عالم گیر قبولیت کے لیے راستہ ہموار کریں گی۔ ظاہر ہے کہ ہم جب اس قسم کی حکمت کی بہترین تشریح کریں گے تو وہ اس کی عقلی اور علمی تنظیم اور ترتیب ہی کی صورت اختیار کرے گی اور اس کے برعکس جب ہم اس کو ایک عقلی اور علمی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ دوبارہ لکھیں گے تو اس کی یہی ترتیب اور تنظیم اس کی بہترین تشریح قرار پائے گی۔

اقبال کی حکمت اسی نوعیت کی ہے، ایک سچی حکمت کے دو ضروری لوازمات جو اوپر بیان کیے گئے ہیں اس میں موجود ہیں وہ حقیقتِ کائنات کے ایک ایسے تصور پر مبنی ہے جو صحیح ہے اور اس کے سارے معلوم اور مذکور تصورات منطقی اور عقلی طور پر اس مرکزی تصور سے مطابقت رکھتے ہیں۔ حقیقتِ کائنات کا یہ صحیح تصور جو حکمتِ اقبال کا مرکز بھی ہے خدا کا تصور ہے اور اس کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ خدا انسان کو چاہتا ہے اور تخلیق اور تکمیل کائنات کا عمل دراصل تخلیق و تکمیل انسان ہی کا عمل ہے اور دوسرا یہ کہ انسان خدا کو چاہتا ہے اور اس کی زندگی کی ساری تگ و دو جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی صرف یہ مقصد رکھتی ہے کہ انسان خدا کو پہچانے حقیقت کائنات کی حیثیت سے یہ

تصور نہ صرف واضح اور روشن ہے بلکہ صحت اور درستی کے تمام معیاروں پر پورا اُترتا ہے۔ اقبال نے اپنے تصورِ حقیقت کے تمام ضروری نتائج و مضمرات کو بالوضاحت اور بالتکرار بیان کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ نتائج اور مضمرات ایک ہی تصور کے ساتھ عقلی اور علمی تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک نظامِ حکمت کی صورت میں ہیں اور ایک عقلی اور منطقی تنظیم اور ترتیب پا لینا ان کی فطرت میں ہے تاہم چونکہ وہ زیادہ تر شعر کی زبان میں بیان کیے گئے ہیں وہ عقلی اور منطقی ترتیب اور تنظیم میں نہیں آ سکے۔ ہو نہیں سکتا کہ ایک نظامِ تصورات شعر کی زبان میں بھی ہو اور پھر ایک منطقی اور عقلی ترتیب اور تنظیم بھی رکھتا ہو، ہو نہیں سکتا کہ وہ جذبات کی گرمی اور منطق کی ٹھنڈک دونوں سے بیک وقت بہرہ ور ہو۔ اقبال کا فلسفہ اس کی غیر معمولی ذہانت اور وجدانی قوت رکھنے والے ماہر ریاضیات یا ماہر فلسفی کی طرح ہے جس کا تصورِ حقیقت صحیح ہے لیکن وہ اپنے تصور حقیقت کے نتائج کو جو بے اختیار اس کے قلب پر وارد ہوتے چلے جاتے ہیں ایک منطقی ترتیب اور تنظیم میں رکھنے کی فرصت یا ضرورت نہیں پاتا تاہم اس کے نتائج اس قدر مفصل ہیں کہ ہر موزوں شخص جو اس کے تصورِ حقیقت کا صحیح وجدان رکھتا ہو بآسانی ان کے منطقی سلسلہ کے خلاؤں کو پُر کر کے ان کو ایک مکمل منطقی ترتیب اور تنظیم کا جامہ پہنا سکتا ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفہ میں حقیقت انسان و کائنات کی اصل تصویر کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ اس قدر مکمل ہے کہ مناسب قابلیت کا ہر انسان جو اقبال کے ذوق سے آشنا ہو اس خاکہ میں صحیح رنگوں کو اپنی اپنی جگہ بھر کر تصویر کو اس کی پوری زیبائی اور دلکشی کے ساتھ جلوہ گر کر سکتا ہے۔

حکمتِ اقبال کی تشریح کا مطلب

اُوپر کی بحث ہمیں جس اہم نتیجہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اقبال کے فلسفہ کی ایک ایسی تشریح بہم پہنچائیں جو اس کے فلسفہ کو خواص اور عوام کے لیے اور غیروں اور اپنوں کے لیے مؤثر اور قابل فہم بنا دے اور اس کی صحیح اور تسلی بخش تشریح قرار پائے تو ضروری ہے کہ ہم اقبال کے تصورِ حقیقت کے نتائج اور مضمرات کو جو اس نے بلا ترتیب شعر کی زبان میں بیان کیے گئے ہیں نہ صرف یہ کہ ایک منطقی اور عقلی ترتیب کے ساتھ بیان کریں بلکہ ان کے درمیانی خلاؤں کو زیادہ سے زیادہ پُر کریں اور اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ اس عمل سے اس کے

فلسفہ کی تشریح کس قدر طویل ہو جائے گی کیونکہ یہ تشریح جس قدر طویل ہوگی اسی قدر زیادہ اقبال کا فلسفہ قابل فہم اور اثر آفریں ہوگا اور لوگوں کے اعتقاد اور عمل کو بدلنے والی ایک قوت ہوگا۔

غلط اور صحیح فلسفہ کے استدلال کا فرق

یہ حقیقت ہے کہ ایک فلسفی کے استدلال کا آغاز اور انجام حقیقتِ کائنات کا ایک وجدانی تصور ہوتا ہے جو اس کے ذہن میں پہلے ہی سے موجود ہوتا ہے، فلسفی کے استدلال کی سمت کو معین کر دیتی اور اس کی صحت اور عدمِ صحت کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ اگر اس کا تصورِ حقیقت غلط ہوگا تو اس کے استدلال کی خشت اوّل ہی غلط رکھی جائے گی جس کے بعد اس کا سارا استدلال خواہ اس کی دیوار ثریا تک چلی جائے غلط ہو جائے گا چونکہ اس کے استدلال کا راستہ منزل سے ہٹا ہوا ہوتا ہے، یہ راستہ ٹیڑھا ہی نہیں ہوتا بلکہ دشوار گزار بھی ہوتا ہے اور اس راستہ پر چل کر اسے علمی حقائق کو اپنے تصورِ حقیقت کے مطابق ثابت کرنے میں بڑی دِقت پیش آتی ہے اور پھر بھی وہ ان کو اپنے تصور کے مطابق ثابت نہیں کر سکتا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے استدلال میں جا بجا عقلی اور منطقی خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اپنے استدلال کی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کہیں تو وہ بعض سچے علمی حقائق کو جو اس کے غلط تصورِ حقیقت کی غمازی کرنے کی استعداد رکھتے ہوں نظر انداز کر جاتا ہے کہیں ان حقائق کی غلط توجیہ اور تشریح کرتا ہے اور ان کو غلط طور پر توڑ موڑ کر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ کہیں ان کی اہمیت کو اتنا کم کر دیتا ہے کہ وہ اس کے تصورِ حقیقت کو چیلنج نہ کر سکیں اس کے برعکس کہیں وہ غلط علمی حقائق کو جنہیں اچھی طرح سے آزمایا اور پرکھا نہیں گیا اور جو اس کے غلط تصور حقیقت سے کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں اپنے استدلال میں جگہ دیتا ہے اور ان کی اہمیت کو بڑھاتا ہے کہ گویا وہی کائنات کی عقدہ کشائی کر سکتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اگر اس کا تصورِ حقیقت صحیح ہو اور وہ اُس تصور کو اور کائنات کے علمی حقائق کو جو اس کے زمانہ تک دریافت ہو چکے ہیں ٹھیک طرح سمجھتا ہو تو اس کا استدلال صحیح ہوتا ہے اور یہ تمام علمی حقائق آسانی کے ساتھ اس کے نظامِ حکمت میں اپنی جگہ پاتے جاتے ہیں اور وہ جہاں سے اسے مل سکیں تلاش کر کے لاتا ہے اور اپنے نظامِ حکمت میں جگہ دیتا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے تصورِ حقیقت سے مناسبت رکھتے ہیں اور اس کے لیے کارآمد ہوتے ہیں۔ اپنے استدلال کی قوت کو قائم رکھنے کے لیے اگر اسے بعض غلط حقائق کو

جنہیں علمی حقائق سمجھا جا رہا ہو توڑنا موڑنا یا بدلنا پڑتا ہے تو وہ اس طرح سے بدلتے ہیں کہ ان کی خامیاں اور کمزوریاں دُور ہو جاتی ہیں اور اگر بعض کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے تو وہ درحقیقت غلط اور نظر انداز کرنے کے قابل ہی ہوتے ہیں اور اگر کہیں ان کی اہمیت کو کم کرنا پڑتا ہے تو فی الواقع ان کی اہمیت کم ہوتی ہے۔ اسی طرح سے اگر اسے بعض مفروضات کو اپنے نظامِ حکمت میں داخل کرنا پڑتا ہے تو زود یا بدیر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ محض مفروضات ہی نہیں بلکہ تمام علمی اور عقلی معیاروں کے مطابق فی الواقع صحیح علمی حقائق ہیں۔ گویا حقیقت کائنات کے تصور کی درستی اور درست فہمی اس کے سارے نظامِ حکمت کو درست کرتی ہے اور اس کے ساتھ بعض ایسے نام نہاد علمی حقائق کو بھی درست کرتی ہے جن کی نادرستی ابھی آشکار نہ ہوئی ہو بلکہ بعض نئے درست علمی حقائق کی دریافت کی تحریک بھی کرتی ہے۔ اس طرح درست تصورِ حقیقت کی مدد سے علم اپنے ہی تراشے ہوئے بتوں کو توڑتا ہوا صداقت کی منزلوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ اقبال اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے جب وہ کہتا ہے:

ے وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

ے وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

علمی حقائق کی ترقی سے غلط فلسفے مٹتے ہیں اور صحیح فلسفہ اُبھرتا ہے

چونکہ حقائق معلومہ و مسلمہ جو ایک نظامِ حکمت کی کڑیوں کی صورت اختیار کرتے ہیں، بداہتوں کے علاوہ علمی حقیقتوں پر بھی مشتمل ہوتے ہیں اور چونکہ علمی حقیقتیں ابھی تک سب کی سب دریافت نہیں ہو سکیں اور ہر فلسفہ ان کے ساتھ مطابقت بھی نہیں رکھتا اس لیے ہر فلسفہ کے اندر خلاؤں کا ہونا ضروری ہے اور چونکہ علمی حقیقتیں سب کی سب قیامت تک بھی دریافت نہ ہو سکیں گی لہٰذا اس فلسفہ کے اندر بھی جو ان حقیقتوں سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے یعنی صحیح فلسفہ کے اندر بھی تا قیامت خلاؤں کا باقی رہنا ضروری ہے۔ بعض فلسفوں کے خلاؤں کی تعداد اور طوالت زیادہ ہوتی ہے اور بعض کی کم۔

یعنی بعض فلسفوں کا استدلال زیادہ گنجان ہوتا ہے اور بعض کا کم۔ جس قدر کسی فلسفہ کے منطقی تسلسل میں خلاؤں کی تعداد زیادہ اور طوالت کم ہوگی یعنی جس قدر کسی فلسفہ کا استدلال زیادہ گنجان ہوگا اسی قدر وہ زیادہ آسان اور قابل فہم اور معقول اور مضبوط اور مکمل اور مدلل سمجھا جائے گا۔ چونکہ سچی علمی حقیقتیں ایک دوسرے کے ساتھ عقلی ربط یا مطابقت رکھتی ہیں لہٰذا ایک دوسرے کی تائید وتوثیق کرتی ہیں اس کے برعکس چونکہ وہ غلط تصورات کے ساتھ کوئی عقلی ربط یا مطابقت نہیں رکھتیں اور ان کی تائید اور توثیق بھی نہیں کرتیں اس بنا پر ضروری ہے کہ جوں جوں علم ترقی کرتا جائے اور علمی حقیقتوں کی تعداد بڑھتی جائے ان کی دلالت اور وضاحت بھی بڑھتی جائے اور ان کا توڑنا موڑنا یا مسخ کر کے سمجھنا اور سمجھانا زیادہ سے زیادہ مشکل ہوتا جائے اور اس طرح سے صحیح فلسفوں کے خلاؤں کی تعداد وطوالت کم ہوتی جائے اور غلط فلسفیوں کے خلاؤں کی تعداد اور طوالت بڑھتی جائے گی اور اس کے نتیجہ کے طور پر صحیح فلسفہ کی معقولیت کے ساتھ ساتھ غلط فلسفوں کی نامعقولیت زیادہ سے زیادہ آشکار ہوتی جائے ضروری ہے کہ اس نہ رُکنے والے قدرتی عمل کا نتیجہ یہ ہو کہ بالآخر دنیا میں صرف ایک ہی فلسفہ جو صحیح ہو کائنات کے صحیح تصور پر مبنی ہو اور اس بنا پر حال اور مستقبل کی تمام علمی حقیقتوں سے مطابقت اور مناسبت رکھتا ہو باقی رہ جائے اور باقی تمام فلسفے نامعقول اور بیکار سمجھ کر ردّ کر دیے جائیں۔ اس سے یہ ناگزیر نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یہی فلسفہ ہوگا جو بالآخر انسانیت کو متحد کرے گا اور جب تک یہ فلسفہ ظہور پذیر ہو کر دنیا میں پھیل نہیں جائے گا اس وقت تک نوعِ انسانی کا امن اور اس کا اتحاد دونوں ممکن نہ ہوں گے۔ آگے چل کر میں عرض کروں گا کہ کیوں یہ فلسفہ اقبال کا فلسفہ خودی ہی ہو سکتا ہے اور دوسرا کوئی فلسفہ نہیں ہو سکتا۔

شعر کی طرح فلسفہ بھی محبت کا ترجمان ہے

حقیقت نہ صرف یہ ہے کہ فلسفی جب فلسفہ لکھتا ہے تو جذبات سے الگ ہو کر نہیں لکھتا بلکہ اس کے سارے جذبات اس تصورِ حقیقت پر مرتکز ہوتے ہیں جس کی تشریح وہ کر رہا ہوتا ہے اسے اس تصور سے عشق ہوتا ہے، خواہ یہ تصور مادی ہو یا روحانی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ میں اوپر گزارش کر چکا ہوں حقیقت کائنات کا تصور ہر انسان کی عملی زندگی کی قوتِ محرکہ ہے اور فلسفی اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ وہ اسی قوتِ محرکہ کے زیر اثر اپنا سارا فلسفہ لکھتا ہے

اور وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کا تصورِ حقیقت ہر جگہ قبول کر لیا جائے اور تا کہ لوگ اپنی عملی زندگی کو اس طرح سے بنائیں جس طرح وہ خود اپنی عملی زندگی کو بنانا چاہتا ہے تا کہ وہ ان فوائد سے مستفید ہوں اور ان نقائص سے بچ جائیں جنہیں وہ فوائد یا نقصانات سمجھتا ہے اور جن سے مستفید ہونا یا بچنا اس کی رائے میں اس کے فلسفہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفہ شعر ہی کی طرح عشق کا اظہار ہے فلسفی جب اپنے عشق کو مقبولِ اذہان اور مرغوبِ خواطر بنانا چاہتا ہے تو سیدھی روبرو بات کہنے کی بجائے اپنے مخاطب کو بتاتا ہے کہ جس تصور کو وہ حقیقتِ کائنات سمجھتا ہے کیونکہ تمام علمی حقائق اسی سے مطابقت اور مناسبت رکھتے ہیں اور مل کر اس کی تائید اور توثیق کرتے ہیں اور فلسفی یہ طریق گفتگو اس لیے اختیار کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ بے اثر نہ رہے گا۔ اس لیے کہ انسان کی فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اسے کوئی ایسا تصورِ حقیقت مل جائے جو فی الواقع تمام حقائق عالم کو اپنے اردگرد منظّم کر سکتا ہے اور کرتا ہے اور اس تصور کے لیے وہ بے قرار رہتا ہے۔ اقبال نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

ے فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا ، جسے کہہ نہ سکیں رو برو

(جاری ہے)

قارئین کرام! قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث مبارکہ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ایمان کی کمی وبیشی جانچنے کا واحد معیار(LITMUS TEST)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے

شمس الحق اعوان

؎ دیوار سرِ راہ کے شاکی تو بہت ہیں
کوئی نہیں جو بڑھ کے دیوار گرادے

اعترافِ حقیقت: 1۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مختلف انداز میں 9 دفعہ ذکر فرمایا اور سورۂ آل عمران کی آیت 110 میں اس اُمت کو خیر اُمت کا خطاب ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والی ہے۔ غور کریں اسی آیت میں ایمان باللہ کا ذکر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بعد کیوں کیا گیا ہے۔

2۔ میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا کہ میری نماز ابھی تک اس قابل ہی نہیں ہوئی کہ وہ فحاشی اور منکر کو روک سکے جبکہ اللہ ربّ العزت سورہ عنکبوت آیت 45 میں نماز کی یہ صفت بیان فرماتے ہیں کہ وہ فحاشی اور منکر سے روکتی ہے۔ میرے سامنے فحاشی اور منکرات کے انبار لگے ہوئے ہیں اور میں ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

3۔ میں نے تو کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ نمازیں پڑھنے اور تسبیحات پھیرنے کے باوجود میرا ایمان حضور اکرم ﷺ کی حسب ذیل احادیث کے مطابق رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے:۔

(ا) کمزور ترین ایمان کی علامت: ''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سنا کہ جو شخص بھی تم میں سے کسی منکر (بدی) کو دیکھے

اس کا فرض ہے کہ اسے اپنی طاقت سے بدل دے۔ پھر اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اسے بدل دے۔ پھر اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل میں (اس کے خلاف) ایک نفرت کا معاملہ رکھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔ (مسلم شریف) اگر دل میں بھی گناہ اور بدی سے نفرت کا معاملہ نہ ہو تو پھر ایمان کی مطلق نفی ہے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد بانی تنظیم اسلامی)

(ب) ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی کسی اُمت میں نہیں بھیجا مگر اس کے لیے اس کی اُمت میں سے حواری اور اصحاب ہوتے تھے وہ اس کی سنت کو مضبوطی سے تھامتے تھے اور وہ اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر یہ ہوتا رہا کہ ان نبیوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو کہتے وہ تھے جو کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہیں ہوا تھا۔ تو جو شخص ان ناخلف لوگوں کے خلاف طاقت سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو کوئی ان کے خلاف اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف اپنے دل میں جہاد کرے (یعنی نفرت رکھے) تو وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے'' (مسلم)

(ج) جو لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں:

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اے مسلمانو) تم لازماً نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو گے ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب بھیجے گا کہ پھر تم دعائیں مانگو گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا''۔ (سنن ترمذی)

(د) نہی عن المنکر نہ کرنے والے (بزعم خویش) عابدوں کا انجامِ بد: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو وحی کی کہ فلاں فلاں بستی کو ان کے رہنے والوں پر اُلٹ دو۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: پروردگار! ان میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے (جو اتنا نیک اتنا زاہد اور اتنا عبادت گزار رہے) کہ اس نے کبھی پلک جھپکنے جتنی دیر بھی تیری معصیت میں بسر نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُلٹو ان بستیوں کو پہلے اس پر اور پھر دوسروں پر، اس لیے کہ اس کے چہرے کا رنگ میری (غیرت اور حمیت) کی وجہ سے کبھی ایک لمحہ کے لیے نہیں بدلا''۔ بیہقی، مشکوٰۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹوٹتے رہے اور وہ فقط نمازیں پڑھتا رہا، اللہ ہو اللہ ہو کرتا رہا، تسبیح پھیرتا رہا۔ اللہ کے نزدیک ایسے زاہدوں/عابدوں کا انجام تباہی و بربادی ہے۔

☆ افسوس کہ میں بڑی غلط فہمی میں رہا۔ اب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کروں گا اور ایمان کو بڑھاؤں گا۔ ایمان کے کمزور ترین درجہ پر قناعت کرنے کی بجائے ایمان کے اعلیٰ ترین درجہ کے حصول کی جدوجہد کروں گا۔ جس طرح دنیا میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہوں۔ اس مقصد کے لیے سچ، محبت، عجز و انکساری اور خدمتِ خلق میرا زادِ راہ ہو گا، ان شاء اللہ۔

معروف و منکر کی پہچان: ہر وہ عمل جو انسانیت کے لیے نفع بخش ہو معروف کہلاتا ہے اور ہر وہ عمل جو انسانیت کے لیے نقصان دہ ہو منکر کہلاتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ/نائب بنایا، ساری کائنات اس کے لیے مسخر کر دی تاکہ نفع بخشی کے سامان پیدا کرے اور کمالاتِ الٰہی مخلوقات کے ذریعے ظاہر ہوں لہٰذا توحید سب سے بڑا معروف اور شرک سب سے بڑا منکر ہے۔

معاشی میدان میں معروف: بھوکے کو کھانا کھلانا، بیمار کی تیمارداری کرنا، بے روزگار کو روزگار دلانا، سود کا خاتمہ کرنا، طبقاتی نظام کا خاتمہ کرنا، اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے سرانجام دینا، بلا محنت غداری کے نتیجے میں حاصل شدہ جاگیرداری اور ناجائز طریقہ سے کمائی ہوئی دولت کا خاتمہ کرنا، وسائل کی مساوی تقسیم کرنا۔

معاشی میدان میں منکر: رشوت لینا، چوری کرنا، دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کرنا، زمینوں مکانوں میں بہنوں، بیٹیوں کو حصہ نہ دینا، مزدوروں (سکیل 1 تا سکیل 22 سب مزدور ہیں) کو محنت کے مطابق مزدوری نہ دینا، دین فروشی کرنا، سودی نظام قائم کرنا، طبقاتی نظام قائم کرنا اور ڈیوٹی صحیح طور پر انجام نہ دینا، نشہ کرنا، قتل و غارت اور دہشت گردی کرنا، وسائل کا پورے معاشرے میں گردش کی بجائے ایک خاص طبقے تک محدود ہونا۔

معاشرتی میدان میں معروف: سچ بولنا، سچی گواہی دینا، احترامِ آدمیّت اور محبت باہمی کرنا، سلام کرنا، (مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کو گھور کر دیکھنے کی بجائے نظریں نیچی رکھیں) لباس ایسا پہننا جس سے پورا جسم ڈھانپا جائے، چغلی اور غیبت سے بچنا، انصاف فراہم کرنا (جس ملک میں عدل ہو گا وہی ترقی کرے گا)، غریب بچے اور بچیوں کی شادی کا اہتمام کرنا۔

معاشرتی میدان میں منکر: چغلی اور غیبت کرنا، گالی دینا، عورتیں ایسا لباس پہنیں جس سے سر و بازو، ٹانگیں اور جسم نظر آئے۔ فحاشی کو فروغ دینے والے اشتہارات شائع کرنا، جوا یکٹ 1963-x11 سیکشن 2B کے مطابق INDECENT کی ذیل میں آتے ہوں۔ انصاف کا گلا گھونٹنا، تفرقہ بازی کرنا، تفرقہ باز آیت 105:03 کے مطابق عذاب عظیم میں ہیں اور آیت 159:06 کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آیت 13:42 کے مطابق شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ صاحب مکلّف کا نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج ادا نہ کرنا۔

سیاسی میدان میں معروف: اللہ کے قوانین یعنی (قرآن وسنت) اللہ کے نائب / خلیفہ کی حیثیت سے نافذ کرنا تاکہ انسان بلاخوف وحزن زندگی بسر کر سکے، ظلم کا خاتمہ کرنا، ایسا نظامِ تعلیم لانا جس سے طالب علموں کی صلاحیتیں اجاگر ہوں۔ اگر دینی و سیاسی جماعتیں تشکیل دینے کی ضرورت پیش آئے تو ایسی جماعتیں بنانا جس میں ذمہ داران پر آزادانہ تنقید کی جا سکے اور ممبران حق و سچ بول سکیں۔ سورہ البقرہ آیت 213 کے مطابق تمام انسانیت ایک امت ہے، اسے فروغ دینا جس کا اعلان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر کیا۔ معروف میں امیر کی اطاعت کرنا۔

سیاسی میدان میں منکر: ایسا جابرانہ نظام بنانا جو انسانی صلاحیتوں کو دبائے، اسے دو وقت کی روٹی کے لیے محتاج کر دے، قرآن وسنت کے خلاف قانون بنانا، ایسا تعلیمی نظام بنانا جو طالب علم کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی بجائے دبائے، ایسی دینی وسیاسی جماعتیں بنانا جو ممبروں کو حق بولنے سے روکیں اور انہیں ہر وقت یہ خدشہ رہے کہ حق بولنے پر مجھے نکال دیا جائے گا، اور میری سیٹ (SEAT) ختم ہو جائے گی۔ منکر میں امیر کے خلاف صف آراء ہونا۔ یاد رہے سورۃ نساء کی آیت نمبر 97 کے مطابق ظلم برداشت کرنا بھی ظلم ہے۔ ؎

اس ظلم کو کوئی ختم کر نہیں سکتا   جس ظلم سے مظلوم محبت کر لے
اس قوم کو دشمن کی ضرورت نہیں شمسؔ   جو اپنی ہی گراوٹ پر قناعت کر لے

میں نے رہنمائی کے لیے چند نکات تحریر کیے ہیں۔ مزید قرآن وحدیث سے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے ماحول میں ان پر عمل کر سکتا ہے۔ جن امور کے لیے اجتماعیت درکار ہے اپنے ماحول سے ہم خیال افراد تلاش کر کے مل کر جدوجہد کریں۔ قرآن حکیم کو رہنما بنا کر پاکستان کو مستقبل کی سپر پاور بنائیں۔ ان شاء اللہ

سلطان علاؤالدین خلجی کا معاشی فلاح کا پروگرام

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں (بشکریہ ماہنامہ رحیمیہ لاہور، جنوری 2019ء)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہندوستان میں قومی شاہی دور کے سلاطین میں خلجی خاندان کے دوسرے سلطان، سلطان علاؤالدین خلجی اپنے دربار میں اکیلے بیٹھے ہیں۔ ننگے سر اور انتہائی پریشان۔ دربار کا ایک امیر اندر آنے کی اجازت لیتا ہے۔کوئی جواب نہ پا کر وہ خود بادشاہ خلجی کے سامنے آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ بادشاہ کو اس کی آمد کا کوئی اندازہ نہیں۔ امیر کچھ دیر بیٹھا رہتا ہے، لیکن پریشانی دیکھ کر کوئی بات نہیں کرتا اور باہر چلا جاتا ہے اور ایک گورنر کو جا کر احوال بتاتا ہے کہ بادشاہ خلجی کو کیا ہوا ہے۔ دونوں کچھ دیر بعد اندر جاتے ہیں۔ بادشاہ کچھ مطمئن بیٹھے ہیں۔ دونوں عرض کرتے ہیں کہ بادشاہ کو کیا پریشانی لاحق ہے؟ ہمیں بتایئے کہ ہم کوئی مداوا کرسکیں؟ بادشاہ گویا ہوئے کہ میں اس سوچ میں غلطاں تھا کہ اللہ نے مجھے اس قوم اور خطے پر حاکم بنایا ہے، اب اس قوم کی فلاح و بہبود میرے ذمے ہے۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ ایسا کیا کیا جائے کہ میں اپنی قوم کی مسلسل فلاح کا باعث بنوں اور ان کے مسائل حل کر پاؤں؟ سوچا کہ تمام شاہی خزانہ اور ذاتی جاگیر بھی عوام میں بانٹ دوں تو بھی وہ زیادہ دیر خوش حال نہیں رہ سکتے۔ چند دنوں سے اس خیال نے میرے دماغ کو جکڑ رکھا ہے، لیکن اب میں نے اس کا حل نکال لیا ہے۔ پوری سلطنت میں اجناس کے تمام بڑے تاجروں اور کسانوں کو مرکز میں بلا کر سلطنت کی طرف سے خلعت و انعام اور اس کے گھر کا پورے سال کا خرچہ ادا کیا جائے، لیکن اس کے عوض وہ میرے طے کیے ہوئے نرخ پر اجناس بیچیں گے۔ اس طرح سے عوام کی فلاح و بہبود کا باعث بن سکتا ہوں۔

علاؤالدین خلجی کے اس اِقدام کے نتیجے میں خزانہ بھی زیادہ خرچ نہ ہوا اور سبسڈی و پرائس کنٹرول کا ایسا نظام متعارف کروایا کہ علاؤالدین خلجی کے 24 سالہ دور میں پورے ہندوستان میں اجناس کی قیمتیں نہ بڑھیں۔ اس کے نتیجے میں اس ہندوستان کے باشندوں کا معیارِ زندگی بہت زیادہ بلند ہوا اور کم پیسے والے بھی عزت و توقیر کے حق دار ٹھہرے۔ اس کے علاوہ پورے ہندوستان سے تاجر اور کسان بادشاہ سے خلعت و انعام لینے کے شوق سے مرکز آنے لگے اور بادشاہ کو مارکیٹ کی تازہ معلومات ملتی رہتی۔

اس تاریخی واقعے سے درج ذیل سیاسی و معاشی اسباق ملتے ہیں:

1۔ عوام کی آسودگی اور خوش حالی کا قیام حکمرانوں کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سب سے اہم ہے۔

2۔ دور کے تقاضوں کے مطابق حکمرانوں کو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی حکمت عملی بنانی چاہیے کہ: (۱) ذخیرہ اندوزی پیدا نہ ہوسکے۔ قیمتوں میں ایسا کنٹرولڈ نظام ہو، جس سے سب خوش حال ہوں۔ (۲) دولت کی گردش تمام طبقات میں مساوی طور پر جاری رہے۔ (۳) ملکی پیداوار میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی اور انعام و اکرام کی حکمتِ عملی ان کی ہمت بڑھانے میں مدومعاون ہوتی ہے۔

اُسوۂ ہادیٔ برحق ﷺ
اور ہماری عملی زندگی

عبد الرشید ارشد

خالق کائنات اللہ ربّ العزت نے اپنی آخری کتاب رُشد و ہدایت میں اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کی اُمت کے مابین حقیقی بنیادی تعلق کو ایک جملے میں یوں بیان فرمایا: لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ ''تمہارے لئے عملی زندگی کے ہر پہلو میں رسول اللہ کی ذات نمونہ ہے''۔ نمونہ اس بات کا ہمیشہ متقاضی رہتا ہے کہ جزیات تک اس کی پیروی کی جائے۔ کوئی بھی شخص جو مسلمان کے طور پر زندہ ہے یا غیر مسلم کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے دائرہ اسلام میں قدم رکھتا ہے، وہ اُسوۂ رسالت مآب ﷺ کے مطابق عملی زندگی گذارنے کا شرعاً پابند ہے اور انحراف کا رویہ بتدریج اسے خالق کے اُخروی انعامات سے دور کرتا ہے۔ اس حقیقت کو فہم و فراست تسلیم کرتے ہیں۔ کوئی بھی عقلمند اور باشعور کہلوانے والا اس مسلمہ حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اسلام ایک دین ہے محض نام نہیں ہے اور دین قرآن وسنت کی تعلیمات کی پابندی کرتے زندگی گذارنے کا نام ہے۔ یہ تعلیمات ہر شعبۂ زندگی کے لیے ہیں۔ غمی ہو یا خوشی یا کاروبار تجارت ہو، اور پیدائش ہو یا موت غرض کوئی بھی پہلو آپ کو راہنمائی کے بغیر تشنہ نہیں ملے گا۔ آپ والد تھے مگر کوئی ایک مثال نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے اولاد کا جشن سالگرہ سادگی یا دھوم دھام سے منایا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی تو رہی ایک طرف، آپ ﷺ کی وفات کے بعد دورِ خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین میں سے بھی کسی نے 'اظہارِ محبت' کا عملی ثبوت دیتے آپؐ

کا یومِ پیدائش نہ منایا حالانکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے تو رشتہ داریوں کا بھی تعلق تھا۔ خلفائے راشدین جو ہر لمحہ جانثار تھے کسی نے بھی یومِ ولادت کا جلوس نہ نکالا۔ آج بھی سرزمین مکہ و مدینہ میں جشن ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم منایا نہیں جاتا۔ متحدہ ہندوستان میں ہندو اپنے تہوار دیوالی وغیرہ جلوس کی شکل میں منایا کرتے تھے جو آج بھی بھارت کی تہذیب کا جزو لاینفک ہیں۔ اسی طرح سکھ بھی بیساکھی کا تہوار جلوس کی شکل میں مناتے ہیں۔ غیر مسلموں کے رنگا رنگ پروگراموں سے متاثر ہو کر ہند میں بسنے والے مسلمانوں نے بھی جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجرا کیا اور ہر سال یہ کوشش بھی ہوتی رہی ہے کہ ہمارے جشن میلاد کی شان بلند سے بلند تر رہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں علمائے کرام نے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باضابطہ عیدین کی طرح مقدس مذہبی تہوار کا درجہ دیتے ہر سال ربیع الاول کے چاند کے ساتھ ہی گھروں اور مساجد حتیٰ کہ گلیوں اور بازاروں تک کو رنگ برنگ جھنڈیوں اور بجلی کے رنگ برنگے قمقموں سے سجانا شروع کیا۔ یکم سے بارہ ربیع الاوّل تک اور بعد کے ایام بھی سجے رہتے ہیں۔ جشن کی سجاوٹ میں مصروف حضرات نمازوں کے اوقات اور ادائیگی کی کم ہی پروا کرتے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں ایک اور بنیادی حکم دیا۔ فرمایا: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ''اے ایمان والو! کھاؤ، پیو مگر اسراف یعنی فضول خرچی سے بچو، اللہ فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''۔ فضول خرچی کیا ہے؟ ہر وہ خرچ جو بنی نوعِ انسان کی حقیقی بنیادی ضرورتوں سے زیادہ ہو اور جس کی وجہ سے عملی زندگی مسائل کا شکار ہو۔ کیونکہ اکثر اوقات فضول خرچی تنگدستی کی نوید بھی سناتی ہے۔ گردوپیش ملکی حالات اور سماجی و معاشرتی زندگی کا تجزیہ کریں تو گنتی کے کچھ فی صد گھرانوں چھوڑ کر ملک کی اکثریت لوازماتِ زندگی کی محتاج دیکھی جاتی ہے۔ اس اکثریت کو نظر انداز کرتے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں خرچ کرنے پر محشر میں خالق نے سوال اٹھایا تو کیا ہمارے علمائے کرام ہمیں تحفظ فراہم کرسکیں گے؟ کیا ہم علمائے کرام کی ڈھال استعمال کرتے، خالق کے واضح فرامین کی خلاف ورزی کے جرم سے بچ جائیں گے؟ یہ لمحہ فکریہ ہے ہر صاحب بصیرت کے لیے!

رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو
کشمیر بنے گا پاکستان، ان شاء اللہ!

ابوفیصل محمد منظور انور

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

بیسویں صدی میں 27ویں رمضان المبارک 1366ھ۔ 14 اگست 1947ء کے دن مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا تھا مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے برطانوی سازش کو پروان چڑھاتے ہوئے ضلع گرداسپور کو مشرقی پنجاب میں شامل کر کے تنازعۂ کشمیر کی بنیاد رکھی جس کا خمیازہ مظلوم کشمیری عوام آج تک بھگت رہے ہیں حالانکہ تقسیم برصغیر کے وقت ریاستوں کو پاکستان یا ہندوستان کیساتھ الحاق کرنے یا پھر اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر تقسیم ہند کے فوری بعد بھارت نے عالمی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم اکثریتی ریاست کشمیر سمیت حیدر آباد دکن، جونا گڑھ، مناؤدر اور دیگر مسلمان اکثریتی علاقوں پر غیر قانونی طور پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر لیا تھا جذبہ حریت سے سرشار کشمیری مسلمانوں اور قبائلیوں نے مل کر جہاد کیا اور وادی کشمیر کا 5 ہزار مربع میل کا علاقہ بھارتی چنگل سے آزاد کرا لیا جہاں آج آزاد کشمیر کی حکومت ہے مگر ابھی تک تقریباً 80 ہزار مربع میل علاقہ گذشتہ 72 سالوں سے بھارت کے غاصبانہ قبضہ میں ہے جب کشمیری مسلمانوں اور قبائلی مسلمان مجاہدین نے مل کر جہاد شروع کیا تو بھارت جھوٹا واویلا کرتے ہوئے اقوام متحدہ چلا گیا اور اس سے فیصلے کی

درخواست کی۔ 30/اکتوبر 1947 کو ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے لیاقت علی خان کو سرکاری ٹیلیگرام بھیج کر یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو مکمل یقین دہانی کراتے ہیں کہ جیسے ہی امن ہوگا اور حالات بہتر ہوں گے ہم اپنی تمام فوجیں کشمیر سے نکال لیں گے اور اس بات کا فیصلہ رائے شماری کے ذریعے کرایا جائے گا اور کشمیریوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ میرا اور بھارتی حکومت کا یہ وعدہ صرف پاکستان سے ہی نہیں بلکہ کشمیریوں اور تمام دنیا بھر سے بھی ہے کہ ہم رائے شماری کے نتائج کا پوری ایمانداری اور سپرٹ سے احترام کریں گے۔ پنڈت نہرو نے یو این او سے رجوع کیا 1948ء میں یو این او نے ایک پانچ رکنی کمیشن بنایا۔ اس کمیشن کے تحت 13/اگست 1948ء کو دونوں حکومتوں کے مابین تین نکات پر اتفاق ہوا اور سیز فائر ہو گیا تھا مگر تب سے اب تک کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا ہے۔ 13 اگست 1948ء میں جو قرارداد منظور ہوئی اس میں واضح طور پر لکھا تھا:

"The question of the accession of the state Jamu and Kashmir to India or Pakistan will be decided through the democratic method of free and impartial plebiscite"

مگر یہ وعدہ آج تک وفا نہ ہوا۔ یو این او کے ہر آنیوالے سیکرٹری جنرل کی میز پر کشمیر کے مستقبل بارے منظور ہونیوالی قراردادیں موجود ہوتی ہیں جن میں لکھا ہے کہ سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کمیشن کی رائے سے کشمیر میں Plebiscite ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں گے جن کی غیر جانبداری، اصول پرستی اور ایمانداری مسلمہ ہوگی اور جسے فریقین کا اعتماد حاصل ہوگا۔ مگر پاکستان اور کشمیری سات عشروں سے انتظار کی سولی پر لٹکے ہوئے ہیں اس لئے کہ عالمی ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور منظور شدہ قراردادوں پر عمل درآمد کی نوبت ہی نہیں آئی ہے۔ جنوبی افریقہ کے عظیم لیڈر نیلسن منڈیلا نے ستمبر 1998ء میں ڈربن میں منعقدہ NAM کانفرنس میں اپنی صدارتی تقریر کے دوران بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری باجپائی کیوبن صدر فیڈرل کاسترو اور UNO کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کی موجودگی میں بھارتی وفد کے ڈیسک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ کہا تھا کہ ''کشمیر پر بھارتی قبضہ سراسر ناجائز، غیر منصفانہ اور unsustainable ہے''۔ انہوں نے دنیا کو وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ اگر جلد ہی کشمیر کا کوئی پرامن تصفیہ نہ کرایا گیا تو یہ گلوبل امن اور علاقائی سلامتی

کے لیے سنگین خطرات کا باعث ہوسکتا ہے۔ 21ویں صدی کی پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آ جائیگی اور پھر NAM جیسی تنظیمیں بھی بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔ 26 مارچ 2004ء کو برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا نے پشاور یونیورسٹی کے ایریا سٹڈی سنٹر میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا پاکستان اور انڈیا کے درمیان 1947ء سے جاری مسئلہ کشمیر اگر حل ہو جاتا ہے تو اس سے اسلام اور مغرب کے درمیان غلط فہمی اور نفرتوں کا سلسلہ بھی کم ہو کر ختم ہو جائے گا۔ بھارت کے سابق سیکرٹری اطلاعات ونشریات ایس ایس گل کی کتاب "The Dynesty" کے یہ الفاظ پڑھنے کے قابل ہیں۔

"For India Kashmir has become self inflicted wound that has bled her over the years and destroyed India's foreign policy"

ایس ایس گل یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیر پر بھارت کی کمزور پوزیشن نے اسے اخلاقی طور پر سفارتی محاذ پر ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

اقوامِ متحدہ نے 1948ء سے 1952ء تک اور پھر بعد ازاں کل 22 قراردادیں منظور کیں جس میں کشمیریوں کو ان کے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کیلئے رائے شماری کا حق دیا گیا ہے مگر بھارتی غاصب حکمران 72 سالوں سے کشمیر پر فوجی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کیے ہوئے ہیں جبکہ کشمیری عوام آزادی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اب تک 5 لاکھ سے زائد کشمیری شہید ہو چکے ہیں لاکھوں زخمی ہیں قید ہیں لاپتہ ہیں اور ان کی اربوں روپے مالیتی املاک کو نذر آتش کر دیا گیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ وادی کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے 2 کروڑ مظلوم کشمیری مسلمانوں کو حق خودارادیت دلانا، نا صرف پاکستانی قوم بلکہ امت مسلمہ پر فرض ہے جس سے پہلوتہی پر انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کے عمل سے گزرنا ہوگا ہندو سامراج اور یہودیوں نے پاکستان کے وجود کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا اور پاکستانی سالمیت کو نقصان پہنچانے کیلئے ابھی تک سازشیں کر رہا ہے۔ صوبہ بلوچستان اور کے پی کے میں بم دھماکے جن میں اعلیٰ پولیس افسران سمیت درجنوں افراد کی شہادت ہوئی متعدد زخمی ہوئے اور کنٹرول لائن پر آئے روز بلا اشتعال فائرنگ بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' ہی کی کارستانی ہے جو ایسے واقعات کے ذریعے کشمیر میں جاری مظالم سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لئے کر رہی ہے بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' کے گرفتار

جاسوس کلبھوشن کے انکشافات پاکستانی حکمرانوں و عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی آنکھیں کھولنے لئے کافی ہیں بھارت اپنے جاسوس کو چھڑانے کے لئے عالمی عدالت انصاف ہیگ میں جاچکا ہے جس کی حالیہ دنوں میں عدالتی کارروائی جاری ہے۔دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

مسئلہ کشمیر دراصل دنیا کی بڑی طاقتوں کی منافقت کا نتیجہ ہے اور افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس مسئلہ کو بین الاقوامی برادری تو دور کی بات برادر مسلم ممالک سے بھی جس حمایت کی توقع تھی وہ بھی حاصل نہیں ہوسکی۔کئی برس قبل روس کے شہر اوفا میں سابق وزیر اعظم نواز شریف اور نریندر مودی کے درمیان ملاقات کے دوران مسئلہ کشمیر کو بالکل نظر انداز کیا گیا اور جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا اس میں کشمیر کے ذکر تک سے گریز کیا گیا اس وقت امور کشمیر کمیٹی اور اس کے چیئرمین عملی طور پر خواب خرگوش کی سی نیند میں محو استراحت رہے جس کا ممتاز کشمیری رہنما سید علی گیلانی نے بھی شکوہ کیا تھا۔کشمیر کمیٹی کی عدمِ فعالیت کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کے زبانی کلامی دعویدار حکمرانوں کی اصلیت ظاہر کرتی ہے ان سے کسی عملی اقدام اور خیر کی توقع رکھنے والے انگشت بدنداں ہیں۔

پانچ فروری کو دنیا بھر کے مسلمان مظلوم کشمیری بھائیوں کے ساتھ یومِ یک جہتی کشمیر مناتے ہیں اس روز دنیا بھر میں جلسے جلوس منعقد ہوتے ہیں اور ریلیاں نکالی جاتی ہیں حسب معمول اس سال بھی یوم یکجہتی کشمیر منایا گیا تھا۔آزاد کشمیر میں کشمیری بھائیوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کے لئے انسانی ہاتھوں کی زنجیر بنائی گئی یہ سلسلہ عرصے سے جاری ہے اقوام عالم کو باور کرایا جاتا ہے کہ اس مہذب دنیا میں وادی کشمیر کے لاکھوں مسلمان بھارتی حکومت کے ظلم و بربریت کا شکار ہیں جو اپنے جبری قبضے کو سنگینوں کے سائے میں برقرار رکھے ہوئے ہیں بھارتی حکومت کے غاصبانہ ناجائز قبضے کو اب 72 سال ہو چکے ہیں آزادی کے پروانوں کی تیسری چوتھی نسل اپنی جانوں کے نذرانے دینے کے لئے میدان کارزار میں ہے بت پرست ہندوؤں نے وادیٔ کشمیر کو ملک کا اٹوٹ انگ قرار دے کر اعلانیہ جنگ مسلط کر رکھی ہے اسی تنازعہ پر پاک بھارت کئی جنگیں بھی ہو چکی ہیں کشمیری مجاہدین کے جذبہ حریت کو دبانا ناممکن ہے وادیٔ کشمیر پر مستقل قبضے کی ہندو کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہوسکتی لاکھوں کشمیریوں کا خون ناحق ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ وادی کشمیر میں چند سال قبل ایک نوجوان برہان الدین وانی کی شہادت کے بعد بھارتی فوج نے

طاقت کا ظالمانہ بے دریغ استعمال شروع کر رکھا ہے۔ 8 جولائی 2016ء سے لے کر اب تک ہزاروں نہتے کشمیری مسلمان شہید ہو چکے ہیں ممنوعہ پیلٹ گن کے استعمال سے سینکڑوں نوجوان آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکے ہیں اور ہزاروں شدید زخمی ہیں۔

بھارتی عیاریوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف ان کا دفتر خارجہ نئی شرائط کیساتھ مقبوضہ کشمیر کے مسئلے پر مذاکرات کی بات کرتا ہے تو دوسری جانب تحریک آزادی کشمیر کو طاقت کے بل بوتے پر دبانا چاہتا ہے۔ بمبئی حملہ، اُڑی کا واقعہ اور ابھی حالیہ دنوں پلوامہ میں کئی بھارتی فوجیوں کو واصل جہنم کرنے کے واقعات کو دہشت گردی قرار دے کر کشمیریوں کی جنگ آزادی سے توجہ ہٹانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس وقت بھارتی فوج کشمیر میں جو مظالم کر رہی ہے اس کا ردعمل ہی ہے کہ مجاہدین کشمیر اس کی فوج سے نبرد آزما ہیں اور اسے ناکوں چنے چبوا رہے ہیں دراصل امریکہ، بھارت اور اسرائیل مل کر نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے خلاف سازشیں کر کے اس مسئلہ کو دبانا چاہتے ہیں یہ ازل سے پاکستان کو کمزور کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ حالیہ دنوں میں کشمیری مسلمان نوجوانوں نے جذبہ آزادی سے سرشار ہو کر تحریک آزادی کو نئے رخ پر ڈال دیا ہے امید ہو چلی ہے کہ آزادی کی تحریک کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوگی وہ دن دور نہیں جب ہمارے کشمیری بھائی آزاد ملک میں رہ رہے ہوں گے قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا جس کے بغیر پاکستان نامکمل ہے۔ یہ بات بھی طے ہے کہ مسئلہ کشمیر مذاکرات سے نہیں صرف اور صرف عملی جہاد سے ہی حل ہوگا۔ بھارت اور اس کے حاشیہ نشین یہ بات یاد رکھیں کہ کشمیری عوام جذبہ جہاد سے سرشار ہیں اور آزادی کے حصول تک ان کی پر امن جدو جہد جاری رہے گی۔ ریاست مدینہ کی دعویدار موجودہ حکومت کے دور میں بھی بھارتی ثقافتی یلغار جاری ہے کلمہ طیبہ اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک خداداد پاکستان میں فحاشی و عریانی اور مسلم دشمنی پر مبنی بھارتی فلموں کی نمائش کی اجازت دینا لمحہ فکریہ ہے؟ اس کو فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالمؒ
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں　　　اقبال

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

روح الامین کی معیت میں

کاروانِ نبوت ﷺ (جلد ہفتم)

مولف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر: مکتبہ دعوۃ الحق 193 اے، اٹاوہ سوسائٹی احسن آباد، کراچی

زیر تبصرہ جلد ہفتم حیات سیّد الانبیاء ﷺ کے مکی دور کے آخری تین ماہ (84 ایام) کی روداد ہے۔ ان ایام میں اہل یثرب کی طرف سے بیعت عقبہ ثانیہ اور دعوت مدینہ، روسائے قریش کی طرف سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی بھیانک سازش اور اسے عملی جامہ پہنانے کی ناکام کوشش پر آپ ﷺ کا تعاقب، نزولِ قرآن: سورۃ النحل، سورۃ یوسف، سورۃ الانعام، سورۃ البینہ اور سورۃ الحج، سفر ہجرت کی ایمان افروز تفصیلات، ستر سواروں کے ساتھ بریدہ بن حصیب اسلمی، حضرت سلمان فارسی اور ایک یہودی عالم کا قبول اسلام، اہل قباء کی میزبانی، یثرب میں داخلہ اور پھر اس کے مدینۃ النبی ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ زیر تبصرہ جلد میں سراپائے سیّد المرسلین کے بارے میں اُمّ معبد کے رفعت تخیل، اسلوب و اندازِ بیان اور اُن کا پاکیزہ احساس صفحہ 508 پر ضوفشاں، قارئین کے ایمان کی تازگی کا ساماں ہے۔ مکہ سے مدینے تک کے قدیم راستہ کا نقشہ اور خیمہ اُمّ معبد سے گزرگاہ صفحہ 496 پر قلوب و اذہاں میں جاذبیت کا عنواں ہے۔ صفحہ 463 پر رجزِ ہجرت۔ ابو احمد بن جحش کے مطالعہ پر مومن کی آنکھوں سے آنسو رواں (وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) کے ترجماں ہیں۔ سیرت کے جواہر پاروں کا انتخاب اور جدت تحریر پر پہلی جلدیں جب منصۂ شہود

پر آئیں تو صاحب تصنیف نے داد وتحسین پائی۔ زیر تبصرہ جلد میں بھی اُن کی فکری بالیدگی عیاں ہے۔اسلامی وتعلیمی کتب خانوں کی ضرورت اور دانش جویاں سیرت کی حرز جاں ہے۔

معطّر محمّد سے سارے جہاں ہیں　　　　منوّر محمّد سے کون و مکاں ہیں

پیغامِ ختم نبوۃ

مؤلف: مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی

ناشر: مرکز علومِ ختم نبوت،نزد پرانا کرم پل، بنوں

زیر تبصرہ کتاب عقیدہ ختم نبوت ﷺ کی اہمیت، قادیانی اور دوسرے غیر مسلموں میں فرق، عالمی مجلس ختم نبوت ﷺ کا تعارف، اکابرین اُمت، جھوٹے مدعیاں نبوت اوران کے پیروکاروں کے خلاف صحابہ کرامؓ کا جہاد، مسئلہ ختم نبوت کی بابت میں پہلی جنگ عظیم، جعلی نوٹ، سابقہ مربی کا قبول اسلام اور حیرت انگیز انکشافات اور قائدین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ﷺ ایسے عناوین پر مشتمل ہے۔قرآن پاک میں تقریباً سو آیات میں عقیدہ ختم نبوت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔کثیر احادیث اس عقیدہ کی توضیح میں کتب احادیث میں موجود ہیں تاکہ قیامت تک امت مسلمہ اس عقیدہ کے لحاظ سے گمراہی کا شکار نہ ہو۔ عالم اسلام بالخصوص اہل پاکستان جھوٹے مدعیان نبوت کی گھناؤنی سازشوں کا شکار بن رہے ہیں۔ مدعی نبوت کے کفر وارتداد پر بلا فصل ہمیشہ اجماع رہا ہے۔ یہاں تک کہ تحفظ ختم نبوت ﷺ کے لیے پہلی جنگ میں 259 صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جو یمامہ کے میدان میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی۔ پیپر بیک میں نئے ایڈیشن اور جدید اضافہ کے ساتھ زیر تبصرہ کتاب دینی حلقوں وکتب خانوں کی رہنمائی وزینت ہے۔

فلسفۂ اقبال اور نیا پاکستان

مؤلف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: مثال پبلشرز، امین پور بازار فیصل آباد

زیرتبصرہ تصنیف موجودہ پاکستان کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کی عکاس ہے۔ جیسا کہ صاحب تصنیف صفحہ 19 پر تحریر کرتے ہیں: ''تبدیلی حصولِ انصاف کی آواز ہے۔ تبدیلی زنجیر عدل ہلانے کی کاوش ہے۔ تبدیلی منتشر جذبوں کو یک جا کرنے کا نام ہے۔ تبدیلی شر سے خیر کا سفر ہے۔ تبدیلی عینِ فطرت ہے۔ تبدیلی آشفتہ سروں کے لیے ایک مرہم ہے۔ تبدیلی بے قراریوں اور بے کرانیوں کی تسکین کا نام ہے۔ تبدیلی بے کراں سمندر کو عقیدت کی طشتری میں مقید کرنے کا نام ہے۔ المختصر حریمِ لفظ و معنی تبدیلی کے سامنے سرنگوں رہتے ہیں۔

کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں　　　ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر

لیکن صاحب تصنیف صفحہ 266 پر خود ہی 'عمران خان سے رابطہ میں ناکامی' کے عنوان سے رقم طراز ہیں: ''وزیراعظم کا منصب سنبھالنے کے بعد راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے عمران خان صاحب کو مبارک باد کا خط اور کتابوں کا ایک تحفہ بھی ارسال کیا لیکن افسوس نئے پاکستان میں بھی اس کا جواب موصول نہ ہوا...... عمران خان صاحب سے کیا گلہ کیوں کہ پرانے پاکستان میں بھی یہی رواج تھا۔'' زیرتبصرہ تصنیف پاکستان کے موجودہ حالات پر ایک جامع علمی و قلمی کاوش اور کتب خانوں کی زینت کے لائق ہے۔

قیامِ پاکستان کے محرکات اور اسباب

پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب

مصنف: سیّد محمد فاروق القادری

ناشر: دارالفیض گنج بخش، گوالمنڈی، لاہور

زیرتبصرہ کتابچہ میاں محمد صادق قصوری کی کتاب ''اکابر تحریک پاکستان'' کے پیش لفظ کے طور تحریر کیا گیا تھا جسے اب علیحدہ طور پر شائع کیا گیا ہے جو بقول صاحب تصنیف، حکیم الامت علامہ اقبال کے اس شعر کی نمائندگی ہے

من از یں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند　　　بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

تحریک پاکستان کے حوالہ سے یہ کتابچہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور کتب خانوں کی زینت ہے۔

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2018ء)
وسائل رزق پر قبضہ اور ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے،
بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ

پر اہل علم کے تأثرات

(گزشتہ سے پیوستہ)

10۔ **حسین صحرائی، ادارہ اقبالِ علم وادب، ٹنڈو محمد خان، سندھ**

ممنون ہوں کہ آپ کی کرم فرمائی کے سبب ہر ماہ حکمت بالغہ مطالعہ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آپ نے عصر حاضر کے دو انتہائی اہم عالمی مسائل پر دو بھرپور علمی دلائل سے مرصع اشاعتیں: (ا) بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران نومبر 2017ء (۲) وسائل رزق پر قبضہ اور ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے بنی اسرئیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ، قوم کے سامنے پیش کر کے حق ادا کر دیا ہے۔

ہر سمجھدار انسان اگر ٹھنڈے دل سے حالات پر غور وفکر کرے۔ اہل علم، علماء، خطیب صاحب درد، اساتذہ زبان، علاقہ، مسلک، گروہ، ہر قسم کے نفسانی وشیطانی شر سے بالا ہو کر اگر اپنی رشتہ قرآن وسنت کی خالص تعلیمات سے جوڑ لیں۔ الصلوٰۃ و اذکار مطالعہ قرآن وحدیث کے لیے مالک دو جہاں سے رحمت طلب کریں تو ممکن ہے کہ صورتِ حال تبدیل ہو جائے۔ لیکن عملاً ہم نفس، دھن ودولت کے غلام، سہولیات کے اسیر بن کر ہر برائی کو قبول کر چکے ہیں اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اہل علم رہنمائی فرمائیں۔ ایک شور بلند ہوا تھا۔ مغربی ممالک نے اپنے ہوائی اڈوں پر ایسی مشین نصب کی تھی جو مرد وخواتین کے جسمانی تلاشی کے لیے تھیں۔ چند ماہ شور ہوا، کچھ نے سفر سے اجتناب کیا۔ میرا نہیں خیال کہ ''انھوں'' نے اسے ہٹا دیا ہو؟ کیا ہمارے آنے جانے

والوں نے اسے قبول نہیں کر لیا۔ بڑے ہوں یا چھوٹے سب کی دوڑیں، رہائش یورپ، امریکہ اور کینیڈا کی شہریت مطلوب ہے بلکہ ہے۔ ایسے سیاہ گھٹا ٹوپ ماحول میں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ہر طرح سے اپنے حفظ و آمان میں رکھے، قرآن وسنت کا پیغام پوری جرأت، مومنانہ بصیرت وفہم کے ساتھ انسانیت کے صاحب درد افراد، اہلِ علم اور عام افراد تک پیش کر رہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دونوں خصوصی اشاعتوں کو فی الفور انگریزی میں ترجمہ کرایا جائے۔ عین ممکن ہے میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ سعادت قدرت نے آپ کے لیے لکھ چھوڑی ہو کہ آگے بڑھیے اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک دارالترجمہ قائم کریئے بیک وقت دو یا تین افراد سے کام کرائیں تقسیم کار کے تحت اور چند سو شائع کر کے صاحبِ علم افراد تک پہنچائیں۔ یقیناً وہ افراد جو انسان، انسانیت کی بھلائی چاہتے ہیں اسے پسند فرمائیں گے۔

میری لیاقت اس خدمت کے لائق نہیں ورنہ میں اس خدمت کو بجالاتا۔ اہلِ علم کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان ہر دو خصوصی اشاعت پر تبصرے شائع کرتے، علمی مذاکرے کا اہتمام کرتے لیکن نہیں، صہیونیت کے پیروکار دیگر فضول مسائل کی بحثوں پر تو سرگرمی کا اہتمام کر سکتے ہیں لیکن جس کام سے قرآن وسنت کی تعلیمات انسانی کردار کا حصہ بنیں وہ انہیں منظور نہیں ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم ان دونوں خصوصی اشاعت کو سندھی میں ترجمہ کر سکتے ہیں۔ سندھی اخبارات کی اپنی علیحدہ کہانی ہے۔ قدرت وسائل دے تو اشاعت کا سوچا بھی جا سکتا ہے۔

میں احسان مند ہوں۔ مشکور ہوں کہ آپ کمتر پر کرم فرمائی فرماتے ہیں اور ہر ماہ 'حکمت بالغہ' کے مطالعہ کی سہولت بہم پہنچاتے ہیں۔ ان دونوں نمبر نے علمی رسائل میں اپنا منفرد مقام بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو، ہمیں اور ہر دردمند صاحبِ ایمان اور دائرہ ایمان سے باہر فکر مند کو انسان، انسانیت کی سچی خدمت بجالانے کی توفیق وہمت دے۔ آمین

11۔ پروفیسر محمد الیاس اعظمی، چیئرمین اسلامی تحقیقاتی لائبریری، کوٹ اعظم خاں قصور

حکمت بالغہ جو اسم بامسمّٰی ایک علمی وفکری تحقیقی وادبی مجلّہ ہے اور اپنے مضامین اور مواد کے حوالے سے اپنے معاصر جرائد میں ایک منفرد، ممتاز اور بلند مقام کا حامل ہے، جب سے آپ جناب اس طالب علم کو ایک قاری کی حیثیت سے مجالس نبوی ﷺ کی خنک چھاؤں میں قرآنی افکار

پر مشتمل حکمت بالغہ کے سائبان میں جگہ دینے کی محبتوں سے نوازا ہے اس لمحہ سعید سے لے کر آج تک ہر ماہِ نو کی آمد پر حکمت بالغہ کے نقشِ نو کی نظر نوازی کے لیے نگاہیں ڈاکیا کی راہیں تکتی رہتی ہیں تو قلب وروح دیدہ ودل کو فرش راہ بنائے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ پلاسٹک میں ملفوف تازہ شمارہ اپنی تمام تر صوری ومعنوی رعنائیوں سے نظر کو خیرہ کرتا ہوا موصول ہوا، جب ٹائٹل پر نظر پڑی تو دیکھا کہ یہ محض ٹائٹل نہیں بلکہ وہ ''علامہ اقبال کا تصور خلافت سیمینار'' کا جاذب نظر اشتہار بھی تھا۔

☆ حکمت بالغہ کی یہ خصوصی اشاعت بظاہر ایک ماہنامہ رسالہ ہے مگر حقیقت میں اپنے موضوع پر ایک مستقل علمی وادبی، تحقیقی، فکری تصنیف ہے۔ یہ تاریخی دستاویز بھی آپ کے ذوقِ علمی کے مطابق مجلد صورت میں شوقِ مطالعہ اور موضوع سے دلچسپی رکھنے والے طالبانِ علم کی ضیافت علمی کے لیے پیش کریں گے۔

☆ تین صد صفحات اور دس ابواب پر محیط یہ علمی وتاریخی وثیقہ آپ کی سرعت مطالعہ، دِقت نظر، زودنویسی، قوتِ استدلال، اخذ نتائج، تدوین کی فنی مہارت، جاذب نظر پیش کش کی پختہ کاری کی بین دلیل اور منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆ آپ کا علمی اخلاص، فکری تعمق، نظریاتی وابستگی، اصلاحِ ملت اور دعوتِ دین، اشاعت اسلام کا جذبِ دروں، تہ خانۂ دل سے نکل کر رشحات قلم کی صورت صدر قرطاس پر منتقل ہو کر صدر بزم علم وفکر دکھائی دیتا ہے اور راہ نوردان شوق کو دعوت علم وعمل دے رہا ہے۔

☆ اس منفرد علمی وتحقیقی کاوش پر آپ بلاشبہ پوری ملت اسلامیہ بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کی طرف سے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس ملّی خدمت کی بجا آوری پر راقم آپ کے جذبہ اصلاح اور فکری رہنمائی پر صمیم قلب سے ہدیۂ تشکر اور منفرد موضوع پر کامیاب علمی کاوش پر مخلصانہ کلماتِ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ صاحب الجمال وسیّد البشر ﷺ کے تصدق خالق بشریت آپ جناب کی اس مخلصانہ سعی کو اپنی عظیم بارگاہ میں شرفِ قبول سے سرفراز فرمائے اور آپ بیش از بیش علمی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔

☆ آپ کی حالیہ فکری کاوش کے ملاحظہ ومطالعہ سے بہت سے ایسے حقائق راقم کے علم میں آئے جن کے حوالے سے بے خبری کی حد تک کچھ معلوم نہ تھا۔ آپ کی اس معلومات افزا تحریر سے

نہ جانے مجھ جیسے کتنے پیاسے لوگ ہوں گے، جن کے پاس یہ علمی کنواں ان کو سیراب کرنے کے لیے خود چل کر پہنچ گیا ہوگا اور انہوں نے اس کے آب زلال سے خوب سیر ہو کر اپنی پیاس بجھائی ہوگی۔ دعا ہے کہ وہ علیم و عالم کل آپ کے علم میں مزید وسعت عطا فرمائے۔

☆ باسط راہی کی چشم کشا تحریر ''دجالیت کا سب سے بڑا ہتھیار کاغذی کرنسی''، بڑا ہی معلومات افزا اور فکر انگیز مضمون ہے، ضرورت ہے کہ اس طرح کی تحریرات کو سہل ترین انداز میں عام الناس، علماء دین، نژادِ نو تک پہنچایا جائے تاکہ ہر مسلمان یہود اور ان کے سرپرست یورپ اور مغرب کی سازشوں سے ممکنہ حد تک آگاہی حاصل کر کے ملت کے جسد نازکو ان کے بداثرات سے بچانے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

☆ ملٹی نیشنلز کے حوالے سے باب 5 کے تمام مندرجات بھی بڑے خاصے کی چیز ہیں جو قاری کو نہ صرف دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں بلکہ اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلاتے ہیں کہ ایک باشعور مسلمان اور مسلم معاشرے کا فرد ہوتے ہوئے اسے کیا کرنا چاہیے اور اُمت کو موجودہ کرب سے کیسے نکالنا چاہیے۔

☆ باب 3 تاریخ انسانی میں وسائل رزق کا کنٹرول (قرآن مجید کی روشنی میں) تو گویا کہ تاریخ کو کوزے میں بند کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

☆ اس خصوصی اشاعت کی تیاری سے لے کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچنے تک حکمت بالغہ کے تمام کارکنان قضا و قدر، اربابِ حل و عقد اور خصوصاً آپ جناب کو بار دیگر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کی مخلصانہ کاوشوں سے شائقین مطالعہ کو زندہ جاوید تحریروں سے اپنی علمی پیاس بجھانے کا موقع ملا۔

☆ میری دعا ہے کہ وہ جواد مطلق فکر قرآنی و تعلیمات نبوی ﷺ کو عام کرنے کے مزید جذبات و توفیقات سے نوازے اور حکمت بالغہ کو آپ کی ادارت و سیادت میں عروج کی بلند تر منزلوں پر فائز کرے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو

دعوتِ اسلام دینے کے لیے داعیان اِلی اللہ کی تیاری

تیسرا سالانہ 15 روزہ

دورہ تربیت المبلّغین

مقام: دارالمبلّغین، مرکزی دفتر مجلس احرارِ اسلام پاکستان،

69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

13 تا 26 اپریل 2019ء   7 تا 20 شعبان 1440ھ

فضلاء درس نظامی کے لیے شاندار موقع

زیر سرپرستی: ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہ، امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

شرائط داخلہ: (۱) سکول کالج کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک

(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درسِ نظامی یا حفظ قرآن مع لکھنا پڑھنا جانتا ہو

(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار پاکستان۔

برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

عصرِ قرآن

محمد فیاض عادل فاروقی

پھر سے ہوں مصروفِ شکر کردگار
ذکر قرآں سے ہے شعروں میں نکھار

وقت آیا دین کے اظہار کا
وحدت و توحید کے اقرار کا

ہے نیا اب زندگی کرنے کو وقت
دہر میں ایماں کا دم بھرنے کا وقت

علم قرآں سے ملے گی روشنی
فہم قرآن سے چھٹے گی تیرگی

چار سو اعلانِ حق کا دور ہے
اب بدلنے والا جگ کا طور ہے

جو تجلی تھی حرا میں ضو فشاں
ہونے والی ہے جہاں بھر میں عیاں

صحن یورپ نور سے معمور ہے
نور کا اِتمام اب منظور ہے

ہے دُعا عادل کی اے رب العلیٰ
تو ہمیں خدام قرآن دے بنا

نورِ قرآں سے منور ہو جہاں
دین احمد ﷺ سے معطر ہو جہاں

فرمودۂ انور

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سوزِ دروں

مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مُشْکلاتُ الْقُرْآن'' کے مقدمہ ''یَتِیْمَةُ الْبَیَانِ لِمُشْکلاتِ الْقُرْآن'' میں لکھا ہے:

مشکلات القرآن تربو علی مشکلات الحدیث

وکانَ یقول: انّ مشکلاتِ القرآن تربو علٰی مشکلات الحدیث، بید انّ الاسف علٰی انّ الاُمّة المرحومة لم تخدم القرآن مثل خدمة الحدیث و کان الاعتناء به اهمّ منه بالحدیث۔ وقد مرّ قوله من انّه لیس فی ذخیرة التفاسیر المطبوعة تفسیر للقرآن یُوازی فی الرتبة فتح الباری لصحیح البخاری حاویًا لمزایاه و صادعًا بغوامضه (صفحہ 76)

اور وہ (یعنی مولانا انور شاہ کشمیریؒ) فرمایا کرتے تھے کہ: مشکلاتِ قرآن زیادہ ہیں مشکلاتِ حدیث سے۔ علاوہ ازیں افسوس ہے اس بات پر کہ اُمت مرحومہ نے قرآن کی اس طرح خدمت نہیں کی جس طرح کہ حدیث کی خدمت کی ہے، حالانکہ قرآن کی طرف متوجہ ہونا حدیث کے بہ نسبت زیادہ اہم تھا۔ اور ان کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ: مطبوعہ تفاسیر کے ذخیرہ میں قرآن کی کوئی تفسیر ایسی نہیں ہے جو رتبہ میں صحیح بخاری کی شرح فتح الباری کے برابر ہو، جو اس کے تمام زاویوں پر حاوی ہے اور اس کی دقیق باتوں کو کھول کر بیان کرتی ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

کلامِ اقبال کی روشنی

میں

قرآن آڈیٹوریم جھنگ

میں

21 اپریل 2019ء

بروز اتوار

صبح 10 بجے تا 1:00

علامہ اقبال کا تصور خلافت

کے موضوع پر

سیمینار ہوگا

(ان شاءاللہ)

تفصیلات اگلے شمارے

میں ملاحظہ فرمائیں

ان شاءاللہ

من الظلمات الی النور

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

جون، جولائی اور اگست 2019ء

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کرائیں

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر

اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں

یا

پر بروشر کے حصول کے لیے درخوات ای میل کریں

قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

فون:047-630861-63----0336-6778561

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com